

متفرقاتِ حیدر

متفرق موضوعات و سوالات پر لکھے گئے مضامین و جوابات کا مجموعہ

ترتیب و تدوین:

محمد مرصاد حیدر تیمور آسوی

فہرستِ مضامین

دیباچہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اول حمد اسی خالق کی ہے جس نے قلم سے علم کا حصول ممکن کیا اور درود و سلام اس ذات پر جس نے ہمیں یہ علم پہنچایا اور ہدایت کے راستے سے نا صرف متعارف کروایا بلکہ خود کو اذیتوں میں ڈال کر ہماری عقبہ کی فکر میں غمزدہ رہے۔ اس بے لوث و بے نیاز ہستی نے اس دارِ فانی سے کوچ کرتے وقت شاہانِ دنیا کی طرح کوئی وراثت نہیں چھوڑی اگر چہ سارے عالم کے خزانے انہی کے تھے، کوئی کرسی نہیں چھوڑی بھلے سارا اقتدار انہی کا تھا، اگر چھوڑا تو فقط علم کہ جس سے انہوں نے جہان والوں کو اپنے آگے جھکنے پر مجبور کر دیا، بڑے بڑے ناموروں کو دبا دیا بڑے بڑے عربوں کو گونگا کر دیا ان کے علم کا کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا جس نے نظر نا آنے والی ہستی کا تعارف بصارت سے کروا دیا۔

اسی میراث کو جاری رکھنے کے واسطے ہمیشہ تحقیق کا کام جاری رہا ہے اور تقلید کی روش کو ترک کیا گیا تا کہ یہ سلسلہ رشد رکے نہیں تھمے نہیں اور خرد کے داؤ پیچ ایمان سے بر سرِ پیکار رہیں۔ یہی وہ رزم گاہ ہے جس کے سبب وجودِ بشر میں تازگی ہے۔

زیر مطالعہ کتاب میں متفرق موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے جو کسی سائل کے سوال، کسی معترض کے اعتراض کے جواب میں لکھے گئے مسائل ہیں یا کوئی متفرق مضمون لکھا گیا اسے یہاں پر جمع کر دیا ہے تا کہ ہمارا تحقیقی کام محفوظ ہو سکے۔ بتقاضائے بشریت ہمارے موقف میں کسی قسم کی حتمی رائے کا امکان نہیں ہے بلکہ ہر دم اصلاح کی ضرورت محسوس ہوتی ہے لیکن جو سعی کی گئی اس میں اپنی جانب سے تشفی ضرور کی جاتی ہے بقیہ اہل علم تصحیح و اصلاح کے واسطے موجود ہیں اور اہل نقد اپنی تنقید سے ہمیں چار چاند لگاتے ہیں۔

اللہ ہماری کاوشوں کو قبول فرمائے اور جہالت کی ڈگر سے پرے رکھے، اپنے اسم العلیم کے صدقے ہمارے صدور علم کے واسطے کشادہ فرمائے۔ آمین

خاکسار

محمد مرصاد حیدر تیمور آسوی

خرد کا نام جنوں پڑ گیا جنوں کا خرد

اعتراض: سورہ نور کی آیت ۲۶ کے متعلق مرصاد حیدر نے (ایک مجلس میں) کہا کہ یہ آیت غلط ہے اور فطرت کے خلاف ہے اور قرآن کی کسی آیت کو غلط کہنا تو کفر ہے لہذا انہیں اپنی اس بات سے (مجلس کے سامنے) توبہ کرنی چاہیے اور قرآن کے متعلق ایسے الفاظ استعمال کرنے سے گریز کریں جو کفریہ ہیں۔

الجواب بعون الوھاب حمداً لک یا مسبب الاسباب مالک الارباب دافع البلاء و العذاب و الصلوٰۃ والسلام علیٰ مشفع الحساب و المیزان صاحب القرآن شارع السلام و الایمان و علی اصحابہ الکرام و ازواجہ العظام و آلہ القوام اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم "قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ"

صدق اللہ العظیم و صدق رسول النبی الکریم

میں! مرصاد حیدر تیمور نے جواب میں تاخیر کی اس لیے کہ سبھی احباب اپنی رائے دے لیں۔ اب دے چکے تو لہذا جواب دینے کا وقت آن پہنچا کہ میں اپنی جانب سے حجت تمام کروں اور جو ظنِ مبہم کے سہاب مجھ پر امڈ آئے وہ چھٹ جائیں، عدم آگاہی کی جو ظلمتیں چھا گئیں وہ علم کے نور سے پارہ پارہ ہو جائیں، عدم برداشت نے جہاں سکوتِ لب تا تار کیا تحمل وہیں پہ رفو کرے کہ عجز و بے نیازی میں خامہ من سے جو الفاظ آپ تک پہنچیں وہ خیر کی برکات لیے ہوئے ہوں ان سے میرا مقصد دین کی صحیح تشریح مکمل ہو اور آپ تک ھدیٰ کی حجت ترسیل ہو۔ دعا ہے اللہ ہمیں سمجھنے اور جو حق بات ہے اسے تسلیم کرنے میں کسی آہ و فغاں کا شکار نہ کرے بلکہ کلماتِ صدق سماعتوں سے ٹکراتے ہی زبان پر صدقت کا ورد جاری ہو۔ آمین!

جان لیں کہ عاجز نے قرآن کی آیت کو غلط نہیں کہا بلکہ اس کے روایتی ترجمہ سے اختلاف کرتے ہوئے اسے غیر درست کہا تھا جس کی صریح وجوہ ہیں اور اس سے قبل ایک اصولی بحث سمجھ لیں جس کا آغاز آیت سے ہی کرتے ہیں۔

سورہ نور کی آیت ۲۶ ملاحظہ کیجیے:

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ، بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ۗ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ

اس آیت مبارکہ کا ترجمہ کرنے سے قبل اس کا شانِ نزول بھی سنیں، اگر آپ نے پڑھ رکھا ہو جیسا کہ آپ کا دعویٰ تھا تو آپ کو معلوم ہونا چاہیے جو کہ نہیں ہے وہ یہ کہ:

سورہ نور کا آغاز ہوتے ہی آیت ۴ تک زنا کی حد بیان کی گئی ہے۔

آیت ۵ سے لیکر ۱۰ تک گواہی کے احکامات بیان کیے گئے ہیں جو کہ کسی زانی یازانیہ کے بارے میں دی جائے گی۔ ۱۱ سے لیکر ۲۵ آیت تک واقعہ افک (بدگمانی و تہمت) شروع ہو جاتا ہے۔ اس واقعہ کے تحت

۱. اگر ذکر ہے تو فقط باتوں کا

۲. جھوٹی باتوں، تہمتوں، بہتانوں کا رد ہے اور اس پر وعید

۳. مزید یہ کہ پھر شیطان کا ذکر ہوا مگر ایک وصف کے ساتھ وہ یہ کہ وہ انسان کو جھوٹی بات کے ذریعے بہکاتا ہے

۴. اور آیت ۲۵ میں بتایا کہ ایسی خصلت (بے دلیل کوئی بات مشہور کرنے والے، تہمت لگانے) والے لوگ قیامت میں اپنا حشر پا لیں گے

اس سب کے بعد حتمی طور پر جو نتیجہ ماخوذ ہوا وہ آیت ۲۶ ہے، جو کہ اوپر پیش کر دی گئی ہے

اس کے ترجمے پر آنے سے قبل کچھ اصول تفسیر و ترجمہ سمجھ لیں:

۱۔ کسی بھی آیت کا ترجمہ اس کے سیاق و سباق سے ہوتا ہے

۲۔ کوئی بھی زبان جب کسی اور زبان میں ترجمہ ہوتی ہے تو اپنا اسلوب کھو دیتی ہے لہٰذا مترجم کی ذمہ داری ہے کہ اس زبان کے اسلوب کو مد نظر رکھتے ہوئے ایسا ترجمہ کرے جو زبان حقیقی کے نزدیک تر مفہوم رکھتا ہو

۳۔ فقط الفاظ کے لغوی معنی سے ترجمہ نہیں کیا جاتا بلکہ ان الفاظ کا استعمال اس زبان میں دیکھا جاتا ہے کہ کب کیسے کیوں کس لیے ہوتا ہے، مثلاً لفظ صلٰوۃ در حقیقت دعا کے لیے ہے مگر نماز کے لیے مشہور ہوا تو اب صلٰوۃ سنتے ہی ذہن میں نماز آئے گی، اور اسی لیے یہ لکھا جائے گا۔

۴۔ تفسیر و ترجمہ اگر تقلیدی ہے تو خاطر خواہ فایدہ نہیں دے گا، وہ بس کاپی پیسٹ ہے چند حروف کے فرق سے، مقلد نہیں ہونا چاہیے

۵۔ ترجمہ و تفسیر ایسی ہو جس پر اعتراض نہ بنتا ہو اسلام پر اور قوانین فطرت اور قرآن خود اس کے برعکس نہ آتا ہو

ان پانچ اصولوں کو مد نظر رکھیے اور ساتھ ہی ساتھ سورہ نور کا جو اسلوب شروع میں ذکر کیا اسے بھی ذہن میں رکھیں، اب پیش کیے جاتے ہیں اس آیت کے مختلف تراجم:

علامہ طاہر القادری

"ناپاک عورتیں ناپاک مردوں کے لئے (مخصوص) ہیں اور پلید مرد پلید عورتوں کے لئے ہیں، اور (اسی طرح) پاک و طیب عورتیں پاکیزہ مردوں کے لئے (مخصوص) ہیں اور پاک و طیب مرد پاکیزہ عورتوں کے لئے ہیں (سو تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاکیزگی و طہارت کو دیکھ کر خود سوچ لیتے کہ اللہ نے ان کے لئے زوجہ بھی کس قدر پاکیزہ و طیب بنائی ہو گی)، یہ (پاکیزہ لوگ) ان (تہمتوں) سے کلیتًا بری ہیں جو یہ (بدزبان) لوگ کہہ رہے ہیں، ان کے لئے (تو) بخشائش اور عزت و بزرگی والی عطا (مقدر ہو چکی) ہے (تم ان کی شان میں زبان درازی کر کے کیوں اپنا منہ کالا اور اپنی آخرت تباہ و برباد کرتے ہو)"

ڈاکٹر اسرار احمد

"ناپاک عورتیں ناپاک مردوں کے لیے ہیں اور ناپاک مرد ناپاک عورتوں کے لیے اور پاکباز عورتیں پاکباز مردوں کے لیے ہیں اور پاکباز مرد پاکباز عورتوں کے لیے یہ لوگ بری ہیں ان باتوں سے جو لوگ کہتے ہیں ان کے لیے مغفرت ہے اور رزق کریم ہے"۔

مولانا فتح محمد جالندہری

"ناپاک عورتیں ناپاک مردوں کے لئے اور ناپاک مرد ناپاک عورتوں کے لئے۔ اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لئے۔ اور پاک مرد پاک عورتوں کے لئے۔ یہ (پاک لوگ) ان (بدگویوں) کی باتوں سے بری ہیں (اور) ان کے لئے بخشش اور نیک روزی ہے"۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی

"خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لیے ہیں اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لیے پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لیے ہیں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لیے ان کا دامن پاک ہے اُن باتوں سے جو بنانے والے بناتے ہیں، ان کے لیے مغفرت ہے اور رزق کریم۔"

مفتی محمد تقی عثمانی

"گندی عورتیں گندے مردوں کے لائق ہیں، اور گندے مرد گندی عورتوں کے لائق۔ اور پاکباز عورتیں پاکباز مردوں کے لائق ہیں، اور پاکباز مرد پاکباز عورتوں کے لائق۔ یہ (پاکباز مرد اور عورتیں) ان باتوں سے بالکل مبرا ہیں جو یہ لوگ بنا رہے ہیں۔ ان (پاکبازوں) کے حصے میں تو مغفرت ہے اور باعزت رزق"۔

مولانا محمد جوناگڑہی

"خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لائق ہیں اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لائق ہیں اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لائق ہیں اور پاک مرد پاک عورتوں کے لائق ہیں۔ ایسے پاک لوگوں کے متعلق جو کچھ بکواس (بہتان باز) کر رہے ہیں وہ ان سے بالکل بری ہیں، ان کے لئے بخشش ہے اور عزت والی روزی"۔

مولانا عبدالسلام بھٹوی

"گندی عورتیں گندے مردوں کے لیے ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کے لیے ہیں اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لیے ہیں اور پاک مرد پاک عورتوں کے لیے ہیں۔ یہ لوگ اس سے بری کیے ہوئے ہیں جو وہ کہتے ہیں، ان کے لیے بڑی بخشش اور باعزت روزی ہے"۔

مولانا عبدالرحمٰن کیلانی

"خبیث عورتیں، خبیث مردوں کے لئے، اور خبیث مرد، خبیث عورتوں کے لئے ہیں۔ اور پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لئے اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لئے ہیں۔ ان کا دامن ان باتوں سے پاک ہے جو وہ (تہمت لگانے والے) بکتے ہیں، ان کے لئے بخشش بھی ہے اور عزت کی روزی بھی"۔

مولانا امین احسن اصلاحی

"خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لئے ہوں گی اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لئے اور پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لئے ہوں گی اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لئے یہ لوگ بری ہوں گے ان باتوں سے جو یہ کہتے ہیں۔ ان کے لئے مغفرت اور باعزت روزی ہے"

ڈاکٹر محمد اسلم صدیقی

"خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لیے ہیں اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لیے ہیں اور پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لیے ہیں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لیے، یہ مبرا ہیں ان تہمتوں سے جو وہ لگاتے ہیں، ان کے لیے ہی بخشش اور عزت والی روزی ہے"

محترمہ رفعت اعجاز

"ناپاک عورتیں ناپاک مردوں اور ناپاک مرد ناپاک عورتوں کے لیے، پاک عورتیں پاک مردوں کے لیے اور پاک مرد پاک عورتوں کے لیے ہیں۔ یہ لوگ ان باتوں سے جو کہتے ہیں بری ہیں۔ ان کے لیے بخشش اور عزت کی روزی ہے۔"

Muhammad William Pickthall

“Vile women are for vile men, and vile men for vile women. Good women are for good men, and good men for good women; such are innocent of that which people say: For them is pardon and a bountiful provision.”

Muhammad Sarwar

“Indecent woman are for indecent men and indecent men are for indecent woman. Decent women are for decent men and decent men are for decent women. The decent people are innocent of what people allege. They will receive mercy and honorable sustenance.”

Abdullah Yusuf Ali

“Women impure are for men impure, and men impure for women impure and women of purity are for men of purity, and men of purity are for women of purity: these are not affected by what people say: for them there is forgiveness and a provision honorable.”

یہ سب وہ تراجم ہیں جو مشہور مفہوم کی حمایت میں ہیں اور آپ دیکھ سکتے ہیں کہ یہ سب ایک دوسرے کی ظل ہیں۔ لیکن اب وہ تراجم ملاحظہ کیجیے جو عین اصول کے مطابق ہیں:

امام احمد رضا خان

" گندیاں گندوں کے لیے اور گندے گندیوں کے لیے اور ستھریاں ستھروں کے لیے اور ستھرے ستھریوں کے لیے وہ پاک ہیں ان باتوں سے جو یہ کہہ رہے ہیں، ان کے لیے بخشش اور عزت کی روزی ہے"

علامہ جوادی

"خبیث چیزیں خبیث لوگوں کے لئے ہیں اور خبیث افراد خبیث باتوں کے لئے ہیں اور پاکیزہ باتیں پاکیزہ لوگوں کے لئے ہیں اور پاکیزہ افراد پاکیزہ باتوں کے لئے ہیں یہ پاکیزہ لوگ خبیث لوگوں کے اتہامات سے پاک و پاکیزہ ہیں اور ان کے لئے مغفرت اور باعزّت رزق ہے"

محمد حسین نجفی

"ناپاک باتیں، ناپاک لوگوں کے لئے (زیبا) ہیں اور ناپاک آدمی ناپاک باتوں کیلئے موزوں (مناسب) ہیں اور اچھی اور ستھری باتیں اچھے آدمیوں کیلئے (مناسب) ہیں۔ اور اچھے اور ستھرے آدمی اچھی اور ستھری باتوں کے (لائق) ہیں اور یہ ان باتوں سے بری الذمہ ہیں جو لوگ (ان کے بارے میں) کہتے ہیں ان کیلئے مغفرت ہے اور باعزت روزی"۔

Safi-ul-Rahman al-Mubarakpuri

"Bad statements are for bad people and bad people for bad statements. Good statements are for good people and good people for good statements: such are innocent of (every) bad statement which they say; for them is forgiveness, and honored provision".

Saheeh International

"Evil words are for evil men, and evil men are [subjected] to evil words. And good words are for good men, and good men are [an object] of good words. Those [good people] are declared innocent of what the slanderers say. For them is forgiveness and noble provision."

Muhammad Habib Shakir

"Unclean things are for unclean ones and unclean ones are for unclean things, and the good things are for good ones and the good ones are for good things; these are free from what they say; they shall have forgiveness and an honorable sustenance."

جی ہاں بالکل سیاق وسباق کے مطابق اور بے اعتراض تراجم مگر کیسے ؟

ہم نے آغاز میں سورہ نور کے جس اسلوب کی وضاحت کی تھی اسے ذہن میں رکھیں تو اظہر ہوتا ہے کہ آیت ۵ سے لیکر ۲۵ تک اگر کوئی چیز زیرِ بحث رہی ہے تو وہ گفتار ہے۔ سچی بات، جھوٹی بات، تہمت، بدکلامی، وغیرہ اور اس پر موضوع اختتام کو پہنچتے ہوئے آخری نتیجہ دے کر جاتا کے کہ یہ سبھی جو الزامات لگانے والے ہیں، سبھی جو تہمت لگانے والے ہیں اے میرے حبیب ﷺ آپ ان سے بری ہو جائیں کہ گندی / خبیث باتیں گندے / خبیث لوگوں کے لیے ہیں اور ان خبیثوں سے بھی کسی کلامِ شیریں کی امید وابستہ نہ کریں کہ یہ گندے / خبیث لوگ ہے ہی گندی / خبیث باتوں کے لیے جبکہ سیدہ طیبہ طاہرہ زاہدہ عاتقہ عفیفہ صدیقہ امی جان عائشہ بنت عبداللہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہا پر تہمت (افک) بھی ایسے لوگوں نے لگائی (سردارِ منافقین: عبداللہ بن ابی) لیکن ایسے کٹھن وقت میں بھی آپ کے اصحاب نے آپ کی زوجہ کی حرمت پر یقین رکھا اور ان کو اس تہمت سے بری جانا کوئی بری بات نہ کی بس اچھی / پاکیزہ باتیں اچھے / پاکیزہ لوگوں کے لیے ہیں اور اچھے / پاکیزہ لوگ اچھی / پاکیزہ باتوں کے لیے ہیں۔

اعتراض سے مبرا ترجمہ:

اگر ہم باتوں کی جگہ مرد و عورت لے لیں تو مستشرقین کے اس اعتراض کا آپ کیا جواب دیں گے جو یہاں لازم آتا ہے کہ ایک جانب قرآن اچھوں کے لیے اچھی اور بروں کے لیے بری کا اصول دے رہا ہے جبکہ دوجی جانب فرعون کے حرم میں مومنہ رہی ہیں، یہ تو برے کے لیے اچھی ہو گئی اور ساتھ ہی ایک

کافرہ جناب لوط علیہ السلام کے حرم میں رہی یہ تو بری کے لیے اچھا ہو گیا۔۔۔۔ پھر سوائے انگلیاں دانتوں میں دینے کے کچھ ہاتھ رہا آپ کے؟ جب کہ وہ تراجم جو عین اسلوب کے مطابق ہیں ایسے کسی اعتراض سے مبرا ہیں ماسوائے جاہل کی بحث کے! لہٰذا اصح ترجمہ وہی ہے جو بات کا مفہوم لیے ہوئے ہے۔

حسن اختلاف:

اختلاف کریں مگر ہوش سے، جنوں میں آ کر تو خرد غائب ہو جاتی ہے بچتی ہے فقط آواز، ایک اونچی آواز جس میں علم کی نمی نہیں ہوتی۔ ہم پر بھی ایسا ہی اختلاف تھوپا گیا ہے جس میں کفر کا ملتزم ہی ٹھہرا دیا گیا۔ سبحان اللہ۔۔۔۔ میں اس پر خفا نہیں ہوں بلکہ لطف آیا تھا سن کر!

نصیحت کے لیے عرض کیے دیتا ہوں کہ مخاطب کے خطاب کی غرض جاننے سے قبل اس پر حکم نہیں لگتا۔ فتویٰ دینے سے قبل مفتی ہونا ضروری ہے اور کلام مکمل سنا جاتا ہے، موقف مکمل لیا جاتا اور ساتھ اس پر اقرار بھی کروایا جاتا ہے نیز اگر کہنے والا الفاظ متنازع ہی دہرائے مگر ان الفاظ کی تاویل کرے تو بھی حکم نہیں لگتا۔ ہم نے الفاظ بھی ایسے استعمال نہیں کیے کہ ان کی تاویل جاننا پڑتی بلکہ لگتا ہے آپ نے کسی کا غصہ کہیں پر نکالا یا پھر آپ کو بھرم ہوا کہ آپ بہت زیادہ علم رکھتے ہیں۔ اللہ آپ کو مزید دے اور اسے ہضم کرنے کی توفیق بھی۔

امید ہے ساری بحث سے آپ اپنے مطلوب تک پہنچ گئے ہوں گے۔ واللہ اعلم

حجۃ الاذکیا علی تصرفِ الاولیاء

اعتراض: یوں تو بہت کہتے ہیں کہ ولی یہ بھی کر سکتے ہیں وہ بھی کر سکتے ہیں تو اب ولی کدھر ہیں؟ پورے ملک میں سیلاب سے تباہی پھیلی ہوئی ہے تو ولی کیوں نہیں کچھ کر رہے؟ انہیں یہ سب روکنا چاہیے۔ داتا علی ہجویری اور ہند کے سلطان کدھر ہیں؟

الجواب بعون الوھاب حمداً لک یا مسبب الاسباب مالک الارباب دافع البلاء و العذاب و الصلوٰۃ والسلام علیٰ مشفع الحساب و المیزان صاحب القرآن شارع السلام و الایمان و علی اصحابہ الکرام و ازواجہ العظام و آلہ القوام اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم "وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا" صدق اللہ العظیم و صدق رسول النبی الکریم

مسئلہ جو در پیش ہے امت کو وہ یہ کہ دین کا مطالعہ نہیں ہے بلکہ سنی سنائی پر اندھایقین اور سمجھے بغیر مفہوم اخذ کرنے کا رواج جس کے سبب ایسی ایسی خرافات جنم لیتی ہیں کہ بس معاشرہ زدو کوب کا گھڑ بن کر رہ جاتا ہے۔ یوں ہی یہ اعتراضات لاعلمی جہالت اور کم بصری پر موقوف ہیں جس میں مطلقاً امت پر حکم لگا دیا گیا ہے اور لکھنے والے نے اپنی سمجھ کے بل پر خدا کے بعد کسی اور کو قادر ہونے کا ملتزم ٹھہرایا ہے۔ برصغیر پاک و ہند میں صلحاء کی قبور پر جانے کا رواج ہے جو کہ اس خطے میں ایک رسم کے طور پر جانا جاتا ہے۔ قبور پر جانا و دعا کرنا غلط نہیں وہاں پر دیگر خرافات غلط ہیں اور علماء امت ان کی نفی کرتے ہیں اور باشعور لوگ بھی ہمیشہ اس سے روکتے ہیں نا کہ اس کی آڑ میں غلط الزام تراشی۔ کوئی مسلمان خواہ جاہل بھی ہو جب وہ کسی قبر پر جا کر دعا کرتا ہے براہ راست خدا سے مخاطب ہوتا ہے کسی بھی دل و دماغ میں یہ راسخ نہیں ہوتا کہ اللہ قادر مطلق کے سوا کوئی اور مددگار ہے، صلحاء امت کے مدفن بس رحمت کی جاہ ہیں۔ وہاں پر جا کر دعا کرنا طریقِ امت رہا ہے، جائز ہے۔ ہر مسلمان کا عقیدہ ہے کہ: قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَن تَشَاءُ وَتَنزِعُ الْمُلْكَ مِمَّن تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَن تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَن تَشَاءُ ۖ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ۖ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ترجمہ: "آپ کہہ دیجیے: اے اللہ! اے بادشاہت کے مالک! تو جسے چاہتا ہے بادشاہت عطا فرما دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے بادشاہت چھین لیتا ہے، اور جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلت دیتا ہے، تیرے ہی ہاتھ میں سب بھلائی ہے، بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔"[1]

یہ آیت صاف طور پر واضح کرتی ہے کہ ہر قسم کے تصرف اور قدرت کا مالک صرف اور صرف اللہ کی ذات ہے۔ کسی ولی، نبی یا بزرگ کو یہ سوچنا کہ وہ کسی کام پر خود مختارانہ قدرت رکھتے ہیں، شرک ہے۔ اولیاء اللہ، اللہ کے محبوب بندے ہیں، لیکن وہ بھی اللہ کے بندے ہی ہیں، خالق نہیں۔ وہ اللہ کے فضل و کرم سے کوئی کام کر سکتے ہیں، خود از خود کچھ نہیں۔ اس سب کے بعد بھی بس یوں ہی امت کو مشرک بناتے رہنا جہالت ہے کہ قبروں سے مانگتے ہیں۔ اس میں کچھ صداقت نہیں اور نا ہی کسی کا یہ دعوہ ہے کہ داتا علی ہجویری و سلطان الہند سیلاب روکیں گے۔ اس پر حدیث مبارکہ ملاحظہ کیجیے:

---

[1] (سورۃ آل عمران، آیت: ۲۶)

"وَإِنِّي وَاللَّهِ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تُشْرِكُوا بَعْدِي" ترجمہ: اور اللہ کی قسم! میں تمہارے بارے میں اس بات سے نہیں ڈرتا کہ میرے بعد تم شرک کرو گے۔[۲] جب مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے فرمادیا کہ میری امت کھلا شرک نہیں کرے گی تو آج کے ملّا کیسے امت کو مشرک بناسکتے ہیں؟

اولیاء اللہ خدا کے خاص دوست ہیں۔ ان کا مقام بہت بلند ہے، لیکن وہ مُستَغَاث بِہٖ (جس سے مشکل کشائی مانگی جائے) نہیں بلکہ مُستَغَاث لَہٗ (جس کے ذریعے سے اللہ سے مدد مانگی جائے) ہیں۔ اللہ اپنے ولیوں کے سبب آفات کو روک بھی دیتا ہے لیکن موجودہ صورتحال ایک لاپرواہی ہے ہمارے اعمال کا نتیجہ ہے کہ یہ دنیاعالم خلق ہے جو اسباب سے چلتی ہے گورنمنٹ نے ڈیم نہیں بنائے، پانی کی ترسیل کا نظام صحیح نہیں کیاتو یہ سب تباہی آئے گی ایسے میں علی ہجویری و معین الدین چشتی پر لازم نہیں ہے کہ وہ ڈیم بنائیں یا سیلاب روکیں۔ اس سے بھی آپ کو تشفی نہیں تو ذرا بتلایئے جب مکہ مکرمہ میں سیلاب آیا تھااور کعبہ شریف درِ آب آگیا تو اللہ نے وہ پانی کیوں نا روکا؟ اللہ کے تو سب اختیارات ہیں نا؟ لہذا اعتراض سے قبل کچھ ہوش کے ناخن لیں اور پھر کہیں۔ امت میں تفرقہ مت ڈالیں بلکہ اصلاح کریں۔ ایسی تنقید شرکیہ رجحان کو فروغ دے کر لوگوں کو مشرک بناتی ہے اور ایسا کرنا گناہ ہے۔ اللہ ہم سب کو بتصدقِ مصطفیٰ ﷺ دین کی سمجھ بوجھ اور حلم وبردباری عطاء فرمائے۔ آمین

---

[۲] (صحیح مسلم/کتاب الفضائل/حدیث: ۵۹۷۶)

كيفية صلاة النساء

سائل: عورت کی نماز پڑھنے کا طریقہ احادیث کی روشنی میں بتلادیں۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ مرد وزن کی نماز میں کچھ فرق نہیں ایک ہی جیسی ادائیگی ہے کیوں کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے "نماز ایسے پڑھو جیسے مجھے پڑھتے دیکھتے ہو"، اور یہ حکم عموم ہے۔ تو کیا اس کے تحت مرد وزن برابر ہیں کیفیتِ نماز میں؟

الجواب بعون الوھاب حمداً لک یا مسبب الاسباب مالک الارباب دافع البلاء و العذاب و الصلوٰۃ والسلام علیٰ مشفع الحساب و المیزان صاحب القرآن شارع السلام و الایمان و علی اصحابہ الکرام و ازواجہ العظام و آلہ القوام اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم "يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا" صدق اللہ العظیم و صدق رسول النبی الکریم

اسلام دین مبین نے جہاں انسانیت کے لیے ہر عمل میں وضاحت فرمائی وہیں مرد وزن کے امتیازِ فکر و جسم کو بھی ملحوظ خاطر رکھا کچھ احکام میں دونوں یکساں اور بعض میں منفرد ایسے ہی عبادات میں اس فرق کو کہیں قائم اور اور ہیں مساوی رکھا ہے۔ درپیش مسئلہ نماز کی ادائیگی کا کہ مرد وزن نماز کیسے پڑھیں اور ان کے ادا کرنے کا طریقہ یکساں ہونا چاہیے یا مختلف تو اس کی تصحیح احادیث کی روشنی میں میسر آتی ہے مگر اس سے قبل احادیث کا علم اس کی جرح اور سیاق وسباق کا علم ہونا ضروری ہے وگرنہ جو لکھا نظر آتا ہے ویسا ہوتا نہیں ہے جس سے عام عوام غلط استدلال کر گزرتی ہے۔ بعض لوگ اس حدیث کو دلیل بناتے ہیں جس کا مفہوم ہے کہ "نماز پڑھو جیسے مجھے پڑھتے دیکھتے ہو"، اور اس سے اخذ کرتے ہیں کہ مرد وزن کے لیے حکم یکساں ہے جب کہ علمی یتیموں کو یہ خبر نہیں کہ یہ ارشاد اصحاب کو تھا جو تعلیم سیکھنے آئے تھے اور یہ خطاب مردوں کو ہے خاص وقت میں جس کا حکم زن پر صحیح نہیں۔ (صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب الاذان للمسافر، ص:۶۳۱)

عورتوں کا نماز پڑھنے کا طریقہ (احادیث کی روشنی میں):

حضرت یزید بن ابو حبیبؒ روایت کرتے ہیں: "أن المرأة تختلف في الصلاة عن الرجل" (یعنی: عورت کی نماز مرد سے مختلف ہے)۔[3]

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

"إذا صلت المرأة فلتحتفز ولتضم فخذيها" (یعنی: جب عورت نماز پڑھے تو (سجدہ میں) اپنے آپ کو سمیٹ لے اور اپنی رانوں کو ملا لے)۔[4]

---

[3] [مصنف ابن ابی شیبہ، ج۱، ص۲۷۰، حدیث: ۲۹۴۲]

[4] [مصنف ابن ابی شیبہ، ج۱، ص۲۷]

رکوع وسجدہ میں فرق:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: "المرأة تجمع نفسها في الركوع والسجود ما استطاعت، ولا ترفع عجيزتها، ولا تجافي كما يجافي الرجل" (یعنی: عورت رکوع و سجدہ میں اپنے آپ کو جتنا ممکن ہو سمیٹتی ہے، اور اپنی کوکھ (پیٹھ) بلند نہیں کرتی، اور مردوں کی طرح اپنے اعضا کو جدا نہیں کرتی)۔ [٥]

تشہد میں بیٹھنے کا انداز:

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "إذا جلست المرأة في الصلاة، فإنها تضم فخذيها" (یعنی: عورت جب نماز میں بیٹھے تو اپنی رانیں ملا کر بیٹھے)۔ [٦]

اس کے علاوہ سیدہ طیبہ طاہرہ عفیفہ امی جان عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مرویات بھی موجود ہیں۔ تابعی فقیہ عطاء بن ابی رباح کہتے ہیں:

"كانت عائشة تأمر النساء أن يجلسن في الصلاة كما تجلس الحائض، وتقول: لا ترفع المرأة عجزتها كما يرفع الرجل" (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عورتوں کو حکم دیتی تھیں کہ وہ نماز میں اس طرح بیٹھیں جیسے حائضہ بیٹھتی ہے (یعنی پاؤں دائیں طرف نکال کر بیٹھنا ،التورک)، اور فرماتی تھیں کہ عورت اپنی کوکھ (پیٹھ) کو اس طرح نہ اٹھائے جیسے مرد اٹھاتا ہے)۔ [٧]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے: "كانت المرأة إذا سجدت ضمت بطنها إلى فخذيها، ولم ترفع عجيزتها" (جب عورت سجدہ کرتی تو اپنا پیٹ اپنی رانوں سے ملا لیتی، اور اپنی کوکھ (پیچھے کا حصہ) کو نہ اٹھاتی)۔ [٨]

جملہ بالا بحث سے ثابت شدہ ہے کہ امت اس بات پر متفق ہے عورت کی نماز مرد سے مختلف ہے نا کہ ان افراد کے کہنے جیسی جو یکساں سمجھتے ہیں۔ ایک بات عرض کرتا چلوں کہ ہمارے کچھ نابلد اور علمی معذور افراد سمجھتے ہیں کہ بخاری کے علاوہ احادیث ہے ہی نہیں اور بس جو اس میں ہے وہی صحیح ہے ایسے میں اگر کسی کا حوالہ بخاری سے نا ہو تو انکاری ہو جاتے ہیں ان بچوں کے واسطے اتنی آگاہی کافی ہے کہ مذکورہ بالا حوالہ جات میں سے اکثر ان کتب سے تخریج شدہ ہیں جو بخاری سے بھی پہلے لکھی جا چکی ہیں، اور بخاری شریف کے علاوہ بھی دین قائم ہے موجود ہے۔ اللہ ہمیں سمجھنے حق پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

---

[٥] [المدونة الکبری، امام مالکؒ]

[٦] [مصنف ابن ابی شیبہ، ج ا، ص ۲۷۰، حدیث: ۲۹۴۱]

[٧] [مصنف ابن ابی شیبہ، جلد ا، صفحہ ۲۷۰، حدیث: ۲۹۴۵]

[٨] [مصنف عبد الرزاق، حدیث: ۵۰۶۰]

تنقیدی فکر

حمدا لک یا مسبب الاسباب الصلواۃ والسلام علی مشفع الحساب ﷺ اما بعد

کمانِ امکاں کے جھوٹے نقطو تم اول آخر کے پھیر میں ہو
محیط کی چال سے تو پوچھو کدھر سے آئے کدھر گئے تھے

(احمد رضا خان، حدائق بخشش)

کسی جاری شدہ نظم میں تصرف کی قابلیت پانے کے بعد تخلیقی جوہر جو خاکہ خیالات کی شکل میں بُنتے ہیں ان خیالات کو عملاً بروئے کار لا کر سابقہ ترتیب پر جو آواز اٹھتی ہے اسے نقد کہتے ہیں جس کے نتیجے میں ذہن کے دریچوں میں ایک صدا اسراعیت کرتی محسوس ہوتی ہے کہ "یہ ایسا ہی کیوں ہے"؟ اوقات میں اکثر یہ آواز کسی کے اوج کا سبب بنتی ہے اور اکثر کسی کی تنزلی کی ابتدا کہ یہ ایسی خداداد صلاحیت ہے جسے خالقِ حقیقی کے نائب کے سوا اگر کوئی پانا چاہے تو کائنات کے اس دقیق نظام کو درھم برھم کر سکتا ہے۔ مخلوق میں اگر دیکھیں تو انسان نے اوج کے جتنے تقاضے پورے کیے وہ تغیر کے سبب ہی ممکن ہوئے کہ ہر بہتر کے بعد انسانی خرد نے مزید بہتر کی چاہ کی ہے، جنت کے باغات میں خلق ہوئی یہ مخلوق کسی صورت اجنبی سیارے پر تکلیفات سہنے کی متحمل نہیں لہٰذا تنِ آسانی کے واسطے جس قدر تگ و دو کی جاسکتی ہے کم ہے نیز اسی جستجو میں فطرت کے کئی سلسلوں میں انسان نے نقد لگائی ہے کبھی تو خالق کی منشاء کے مطابق فطرت کو سنوارا اور کبھی اس کے مخالف جا کر غضب کے متحمل ہوئے یوں ہی کسی کو روا نہیں کہ اس کے بنائے نظام میں کوئی خارجی عقل دخل دے اور یہ سوال کھڑا کرے "یہ ایسا ہی کیوں ہے" کیوں کہ کوئی بھی نظام خود پر تنقید برداشت نہیں کرتا ہے۔

انسانی نفسیات میں تنقیدی صلاحیت:

نفسیاتِ بشر کو جسطرح ترتیب دیا گیا ہے اس کی فطرت میں یہ امر رکھ دیا گیا کہ یہ ہر شے میں تجسس کرے اور اس کو من و عن قبول کرنے کی بجائے "کیوں" کے سہارے تسخیر کائنات کرتا ہوا اس کی منزلِ حقیقی تلک جا کر دم لے اور "ڈھونڈنے والوں کو دنیا بھی نئی دیتے ہیں" کا مصداق بن کر کاملیت کے درجے پر فائز ہو جائے۔ اسی لیے اس حیوانِ ناطق نے اس رمز کو پا لیا کہ تنقید وہ واحد کنجی ہے جو کائنات کے ہر راز کو عیاں کرنے میں کفایت کرے گی۔ تنقیدی فکر ایک منظم ذہنی عمل ہے جس میں معلومات، دلائل، مفروضات اور نتائج کا منطقی، غیر جانبدارانہ اور گہرائی سے تجزیہ کیا جاتا ہے تاکہ معروضی حقائق تک پہنچا جا سکے۔ بحثیتِ مسلمان ذمہ داری فقط انسان ہونے سے بڑھ جاتی ہے کیوں کہ ایک مسلمان کو پیدا ہوتے ہی جس قدر تفکر و تدبر کے تنقیدی پہلو ودیعت ہوتے ہیں بنسبت ایک انسان کو یہ جاننے میں آدھی عمر کا سرمایا لگتا ہے۔ ہوش سنبھالتے ہی اللہ کی جانب سے ایک مسلمان کو اپنی عقل کام میں لانے کا حکم مل جاتا ہے، فقط اللہ پر ایمان کافی نہیں رہتا بلکہ اس کی تکمیل لازم ہو جاتی ہے اور وہ تبھی ممکن ہے کہ اقرارِ شہادت کے بعد سکون نا کیا جائے بلکہ رب تعالیٰ کو پانے کی کھوج جاری کی جائے اور اس میدان میں آنکھ عقل کا ہتھیار اور دل کو معرفت کے واسطے استعمال کرتے ہوئے اللہ کی حقانیت میں ڈوب جانا چاہیے کہ

خرد نے کہہ بھی دیا لاالہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

(اقبال، بانگِ درا)

قرآن اور تنقیدی فکر:

پھر تکمیلِ ہدایت کو کلام اللہ بھی موجود ہے جو جابجا مخاطب کو اس امر پر ابھارتا ہے کہ وہ تحتِ ثرا سے عرشِ اولی تک اڑان بھرے اور اپنی کھوئی ہوئی میراث پائے۔ انسان کی تکمیل خدا تعالیٰ کی معرفت ہے مگر امتحان کو اللہ نے اپنے وجود اور بصرِ بشر کے بین حجابات حائل کر رکھے ہیں یوں یوں آنکھ کائنات کے رموز میں کھوج کرتی ہے دل کی معرفت ہر حجاب سے آگے نکلتی ہوئی اپنی معراج کے قریب تر ہوتی جاتی ہے۔ یہ تیزی دونوں جانب سے اس قدر ہے کہ اللہ نے خود قرآن میں دعوتِ تدبر و تفکر دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا (وہ جو اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے یاد کرتے ہیں اور آسمان اور زمین کی پیدائش میں فکر کرتے ہیں،(کہتے ہیں) اے ہمارے رب تونے یہ بے فائدہ نہیں بنایا)۔

قرآن سے ہدایت پا کر انسان پر یہ کشف ہوتا ہے کہ وہ خود کائنات کا سب سے بڑا راز ہے اور قرآن اس کی اپنی داخلی آواز ہے جس پر اسے تخلیق کیا گیا ہے بس اب خود کو جاننا ہے بڑھنا ہے پہچاننا ہے اور یہ ثابت کرنا ہے کہ

؎ یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

(اقبال، بالِ جبرئیل)

پھر کچھ معنے نہیں رکھے گا کہ ہم خاکی ہیں اور مادی جسم رکھتے ہیں بلکہ اوجِ خودی کا ثمر یہ ہے کہ وہ تمام درجات جو فقط نور کے واسطے ممکن ہیں جدھر خاک و مادیت کا چلن ممکن نہیں وہ بشر کے واسطے ناصرف ممکن بلکہ تصرف کی جا بن جاتے ہیں اب جیسے چاہے وہ ان میں تصرف کرے، یہ جہاں اگر پسند نہیں تو بنا لے کوئی اور جہان کہ ایک نائب کو یہی زیب دیتا ہے، پھر نوری بھی تھک کر دم توڑے گا اور بشر اس کی حدود کو پاش پاش کرتا ہوا تسخیرِ کائنات میں یوں آگے بڑھتا جائے گا کہ جملہ کائنات لبِ بام پکار اٹھے گی

ہمسایہ جبریلِ امیں بندہ خاکی
ہے اس کا نشیمن نہ بخارا نہ بدخشان

یہ سب کچھ کیوں کر ممکن ہوا؟ وجہ فقط ایک وہ ہے سوال، یعنی کسی امر میں تنقید اسی کے سبب ہر راستہ کھلے گا ہر راز افشاں ہوگا اور ترقی مقدر بنے گی۔ انسانی فکر کی نہج فقط ایک ہی ہے اور وہ ان تمام قیود و بند سے پرے اور جہانوں کی تلاش کہ جدھر سے نکالا گیا ہے ادھر کا قصد کرنا ہے فرق اتنا ہے کوئی یہ جستجو اس مقصد کو جانتے ہوئے کرتا ہے جو دل میں توحید خدا تعالیٰ کا دم بھرتا ہے اور کوئی اپنی مسمم فطرت کے سبب نگاہ آسمان پر رکھتا ہے اور یہ سوچتا ہے "کیوں اٹھتی ہے نگاہ گر کچھ بھی نہیں ہے آسمانوں میں" ان سب وجوہات کے پیش نظر قرآن انسان کو یہ دعوت دیتا ہے کہ وقت کا زیاں کیے بغیر "اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ" (بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں، اور رات اور دن کے بدلنے میں، اور جہازوں میں جو دریا میں لوگوں کی نفع دینے والی چیزیں لے کر چلتے ہیں، اور اس پانی میں جسے اللہ نے آسمان سے نازل کیا ہے پھر اس سے مردہ زمین کو زندہ کرتا ہے اور اس میں ہر قسم کے چلنے والے جانور پھیلاتا ہے، اور ہواؤں کے بدلنے میں، اور بادل میں جو آسمان اور زمین کے درمیان حکم کا تابع ہے، البتہ عقلمندوں کے لیے نشانیاں ہیں)۔ اس آیت کا مصداق بنے۔

تنقیدی فکر میں حکمت کا چلن:

اس عالمِ خلق یعنی ہماری دنیا میں اللہ کی سنت ہے کہ اس کے جہان کو سنوارنے والوں کو نوازتا ہے برعکس اس قید کے وہ مسلمان ہے یا کافر بلکہ جو کوئی اس کی دنیا میں سہولت لائے گا ترقی کا باعث بنے گا ڈھونڈے گا تو اللہ اسے نوازتا رہے گا اسی لیے بغیر کسی تفریق کے انسان کے واسطے حکم ہے کہ اسے حکمت جہاں

سے ملے وہ لے اسے جو موقع میسر آئے دنیا کو سنوارنے کا مخلوق کے واسطے سہولت کا وہ اسے کام میں لائے اور نعمتِ رب کا مستحق ٹھہرے۔ اور بنسبتِ انسان ایک مسلمان اللہ کے زیادہ قریب ہے اس واسطے اس پر زیادہ حق پہنچتا ہے کہ وہ نائبِ رب ہونے کی حیثیت سے اس کی سلطنت کو سنوارے اپنی عقل سے حکمت کو عام کرے اور علم کی چاشنی سے تسخیر کے مراتب پار کرے، ارشادِ جانِ جاناں ﷺ ہے کہ: الحکمۃ ضالۃ المومن فحیث وجدھا فھو احق بھا (حکمت مومن کی گمشدہ میراث ہے اسے جہاں سے ملے لے لو) پس جو کوئی عقل کو کام میں لاتا ہے ہر شے پر "کیوں، کیسے، کب" کی نقد لگاتا ہے تو بعید نہیں وہ سب بھید پانے لگے ایسے میں اللہ اس پر مزید رمز ایاں کرتا ہے اسے مزید حکمت و سمجھ دیتا ہے اور اپنے نظام میں دخل کا متحمل بناتا ہے کہ "من یرد اللہ بہ یفقھہ فی الدین" جس کے ساتھ اللہ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین (نظامِ کائنات) کی سمجھ آتا فرماتا ہے۔

تنقیدی فکر کے اسالیب:

یہ تھے سوال اٹھانے اور تنقیدی فکر کے نتائج و ثمرات اب ہم اس کے دیگر پہلوؤں پر نظر ڈالتے ہیں کہ آیا فقط تنقید کرنا کافی ہے یا اس کا کوئی اسلوب بھی ہونا چاہیے۔ بغیر علم و آگاہی کے کی جانے والی تنقید الزام ہوا کرتی ہے جب کہ سوال اگر دلیل و حکمت رکھتا ہو تو تنقید با مقصد بنتی ہے۔ کسی بھی مسئلہ کی شناخت اس پر تنقید کرنے کو ملتزم ہے اور اصح نقد کے واسطے ضروری ہے کہ سوال اسی مسئلہ کے متعلق ہو اس میں اطراف کی روش نہ پائی جائے۔ یہ اسی صورت میں ممکن ہو گا کہ مسئلہ منقود کے متعلق معلومات موجود ہوں اور نا صرف موجود بلکہ معتبر ذرائع سے حاصل کردہ ہوں۔ " يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ "(اے ایمان والو اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کر لو کہ کہیں کسی قوم کو بے جانے ایذا نہ دے بیٹھو پھر اپنے کئے پر پچھتاتے رہ جاؤ)۔

اور پھر اس کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ تسلی بخش لیا گیا ہو۔ میسر معلومات کو منطقی طور پر جانچنے اور مختلف عناصر کو مربوط کرنے کے بعد ہی کسی شے میں تنقید کارگر ہوتی ہے وگرنہ لغویات و خشک بحث میں مقصود کہیں کھو جاتا ہے۔ بغیر دلیل و شہادت کے قائم کی گئی رائے جہالت کا منہ ہونے کے سوا کچھ نہیں ہوتی۔

تنقیدی فکر کی قائدانہ جہات:

ایک باہمت و باصلاحیت و باوقار و مستند شخص کے واسطے یہ قائدانہ روش ضروری ہے کہ وہ جب ہی کسی چیز کے متعلق فیصلہ کرے تو اس کو جانچ لے اور تنقیدی فکر انسان کو اس قابل بناتی ہے کہ وہ اپنے فیصلے کو ہر اعتبار سے جانچتا اس میں تغیر و تبدل کرتا ہے اور یوں آنے والی مشکلات کا حل پہلے سے تیار کر لیتا ہے۔ ایک اندھا مقلد اور غلام ذہن کا آدمی کبھی کسی نظام کو درکار نہیں ہوتا اور یوں ہی جو تنقید کرنا نہیں جانتے ان میں کھوج لینے کی جستجو و صلاحیت بہت کم ہوتی ہے وہ یا تو عمر بھر غفلت میں گزر جاتے ہیں یا کسی کے ہاتھوں کٹھ پتلی بننے میں عافیت سمجھتے ہیں۔ جب کہ دوسری جانب ایک ناقد کی ذہنی لچک Mental flexibility میں قدرے اضافہ ہوتا ہے جس سے فیصلہ سازی کی قوت بڑھ جاتی ہے اور بر موقع مسئلہ کے حل کی مہارت Problem-solving skills میں نمائندگی سامنے آتی ہے۔ یوں ہی ناقد اگر مذکورہ بالا شرائط کا متحمل ہو تو وہ تنگ نظری سے محفوظ تعصب سے دور اور برداشت و تحمل کا منبع ہوتا ہے اور اس کی جذباتی ذہانت Emotional intelligence بھی مزید ہوتی ہے۔ پھر سوال ہی میں وہ طاقت ہے جو معرفت کی پہلی سیڑھی پر آپ کو لا کھڑا کرتی ہے علمی معیارات کا تعین ہو کر یقین و شک میں فارق بناتا ہے کہ

تیری نگاہِ ناز سے دونوں مراد پا گئے
عقل غیاب و جستجو عشق حضور و اضطراب

انسانی فطرت میں سوچنے سمجھنے کی صلاحیت موجود ہے تنقیدی فکر اس فطری صلاحیت کو نکھارتی ہے اور دین فطرت انسان کو مختار بنانے کے ساتھ ذمہ داری بھی عنایت کرتا ہے اور اس ذمہ داری کا بوجھ اٹھا کر اس کی تکمیل کو تنقیدی فکر لازم ہے۔ انفرادی سطح سے لیکر اجتماعی سطح تک ایک قائد میں جب تک تنقیدی

صلاحیت ناپائی جائے اس کی قیادت ناقص رہے گی لہٰذا دنیا کی جہانگیری ہو یا اللہ کی غلامی انسان کو اس کے معیارات پر پورا اترنا ضروری ہے وگرنہ اللہ ایسے شخص پر خلافت کا بوجھ کبھی نہیں ڈالتا جو اس کا متحمل نا ہو۔

تسخیرِ کائنات کے ضمن میں شعر اول کی وضاحت:

اور کائنات کے خلیفہ ہونے کے واسطے اس کے رموز کی آگاہی بہر حال ضروری ہے جو کوئی اس امر سے بے خبر یا مستثنیٰ ہو کر چلے گا فنا ہو گا اور جس کا مقصود رب العزت کے سوا ہو گا وہ بھی خوار ہو گا کہ کمانِ امکاں Arch of possibility/ Universe زمان و مکاں کا دھنکا اور اس کے خم دار عجائبات جو طرح طرح کے جھوٹے نقطے illusory points بظاہر وجود رکھنے والے لیکن حقیقتاً فانی مخلوقات سے مادیت کو ہی اصل بنا کر پیش کرتے ہوئے فتنوں کے موجد بنتے ہیں سب اول آخر کے پھیر cycle of birth and death کی بھینٹ چڑھنے والے ہیں اور ان کے متلاشی اس کی موت کے ساتھ ہی اپنی ہستی بھی کھو دیں گے جب کہ باقی ذاتِ یکتا ہی رہے گی جو ہر شے کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور یہ ساری کائنات جس محیط کی چال the divine plan/ strategy کے تحت اپنے انجام کی جانب رواں دواں ہے یہ تقدیر کا نقشہ انسان کو اس موڑ پر لا کھڑا کرے گا جہاں مادہ کا وجود بھی نا ہو گا فقط ایک ذات اپنے جلوؤں سے جلوہ گر ہو گی جسے نا اونگھ ہے نا نیند اور نا ہی فنا ہے، حاکمیت اسی کی ہے وہی خالق بر حق ہے بس اس وقت کچھ چہرے اپنی منزل پا کر کھل اٹھیں گے اور کچھ منہ حسرت کے مارے لٹک کر اپنا انجام جان جائیں گے کدھر سے آئے کدھر گئے تھے۔

اٹھو اے مسلمان اور توڑ ڈالو وہ سبھی حجابات جو تیری عقل اور تیرے رب کی معرفت کے درمیان حائل ہو چکے ہیں اپنی تمام صلاحیتوں کو اس مادیت کے فریب سے بری کر کے مصطفیٰ ﷺ کی اتباع میں پا لے تقدیر کا وہ رمز دلا دے جو خودی کو ایسا اوج دے کہ

ؔخدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

تقدیرِ نو کی صعودِ پیہم:

بظاہر خوب مشکل ہے ،	مگر کوئی تو ہو ایسا ،	جو ذہنوں پر بندھے اس جھوٹ ،	کے ہر اک قفل کو کھولے
کہ جن سے دہک جائیں دل ،	یہاں سب راز بھی بولے ،	مگر اس حلقہ میں حیدرؔ ،	سبھی گنگے بچارے ہیں
خودی سے فیصلے ان کے ،	خودی سے ہی اشارے ہیں ،	کہ ہر حرفِ خرد کو غیب ،	میں یہ سب ڈال دیتے ہیں
یوں اپنے دین کو ہی صاف ،	بتانے میں یہ ڈرتے ہیں ،	یہ خود کو بھول بیٹھے ہیں ،	کہ جس کو چھوڑ بیٹھے ہیں
انہیں قسمت کے ماروں کی ،	تجھے تقدیر لکھنی ہے		

(مرصاد حیدر تیمور)

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں

بھارت میں اسلام مخالف فلم "ہم ۲ ہمارے ۱۲" یا "ہمارے ۱۲" ریلیز ہونے جارہی ہے جو کہ انتشار کا باعث ہے۔ پاکستان کے خلاف تو فلمیں یا سیریز بنانے میں بھارت کا کوئی ثانی نہیں ہے لیکن کچھ دہائیوں سے پورے عالمِ کفر نے اسلام کی خود ساختہ تدریج کا بیڑا اٹھا رکھا ہے۔ کبھی جہاد پر دہشت گردی کا لیبل کبھی پردہ پر آزادی کی آواز اُٹھانے کی ذمہ داری اپنے سپرد کی ہے اور اب تو عورتوں کے حقوق کا علمبردار مغرب و کفر، اسلام کو سکھارہاہے کہ انسانوں کے حقوق کیا ہیں۔ جب پوری ارض پر کفر اور تہذیبوں نے عورت کو ذلیل اور نشانہ ہوس بنار کھا تھا تو اسلام ہی تھا جس نے عورت کو مجسمہ حیا بنایا اور بلند درجات سے نوازا۔ پھر دیگر مذاہب کو بھی احساسِ نسواں ہوا اور کسی نے اسے کائنات کی رونق اور کسی نے اسے دیوی ماں بنادیا۔ اسطرح ہوس کی پجاری عورتیں اور مرد اپنا سامنہ لے کر بیٹھ گئے، انہیں کہاں منظور تھا کہ ان کی دکانداری بند ہو لہذا انہوں نے اب کچھ نئے حربے استعمال کیے یوں کہہ لیں کہ رہزن ہی قافلے کے رہبر ہو گئے۔ پھر ایسی عورتوں کو معاشرے میں پھیلایا گیا جنہوں نے پردے کو بوجھ کہہ کر ہٹا دیا، ایک شوہر کہ حفاظت سے نکال باہر کیا اور کہا کہ مرد حفاظت نہیں زبردستی کرتا ہے۔ تاک میں بیٹھی گندی ذہنیت کو ابھرنے کا موقع ملا اور غافل خواتین و مرد بھی ان کے جال میں بآسانی پھنستے رہے۔ دین سے دوری نے سبھی کچھ بدل کر رکھ دیا عورت کے گرد محرم رشتوں سے بنی باڑ کو پابندی کے نام پر ہٹا دیا گیا اسطرح عین اس وقت جب عورت نے خود کو آزاد سمجھا ہر اطراف سے ہوس کے گدھ نمودار ہوئے اور اپنی بھوک مٹانے کے لیے جھپٹ پڑے۔ بجائے اس کے کہ کم عقل نسواں واپس لا الہ الا اللہ کے قلعے میں جاتی اس کے ہاتھ میں خود نوکری، آزادی اظہارِ رائے، اور مردوں کی برابری جیسے ناقص ہتھیار دے کر پھر سے درندوں کے بیچ بھیج دیا یوں آج تک ان تین چیزوں میں بھٹکتی ہوئی یہ کم عقل آہو (ہرن) جابجا بھیڑیوں کا شکار ہو رہی ہے لیکن ہیف صد ہیف ذہنی غلامی کے سبب اسلام کو ہی نشانہ بنایا۔ کفر نے ایسی فلموں، ڈراموں سے ذہن سازی کر کے ان کی روح تک کو جکڑ رکھا ہے ان کا خیال اپنا نہیں ہے ان کی روح اپنی نہیں ہے ان کی زندگی اپنی نہیں ہے مختصر یہ خود بھی خود سے بیگانی ہیں۔ اپنے جسم کی نمائش سے شیطان کو سرور دیا اور جب شیاطین نے پکڑا تو چلانے لگی انہیں پہلے ہی یہ احساس ہونا چاہیے تھا کہ " گوشت کا ٹکڑا بیچ راستے رکھو گے پھر کتے تو آئیں گے ! "

یہ مختصر تمہید بیان کرنا ضروری تھی تاکہ موضوع کی حساسیت کو سمجھا جاسکے۔ اب آتے ہیں اس موضوع کی طرف یعنی یہ فلم جو حال ہی میں بھارت میں بڑے پردے پر ے جون ۲۰۲۴ کو دکھائی جائے گی اور اسطرح پورے برصغیر کی زینت بنے گی لیکن اس کا اثر کیا ہو گا؟ اس سے کیا سیکھا جائے گا؟ اس فلم میں عورت کی فطری خوبی کو نشانہ بنایا ہے۔ زنا کو عام کرنے کے لیے ضروری ہے کہ نکاح کو روکا جائے اور نکاح کو متنازعہ بنانے کے لیے پیدائش کے امر کو رسوا کیا جانے لگا ہے۔ اب معاشرے پر کیا اثر پڑے گا جب حلال جنسی تعلق کو مصیبت کہا جائے گا، اولاد پیدا کرنے کو تکلیف کا باعث کہا جائے گا۔ لیکن یہی سب اگر حرام کاری میں ہے تو کسی کو کچھ پرواہ نہیں ہے۔ مقصد یہ ہے کہ شیطان صفت عورتوں نے شریف اور باحیا بہنوں کو گمراہ کررکھا ہے، مرد کا سایہ ان کے لیے عذاب بنا کر پیش کیا گیا، شوہر کی فرمانبرداری کو غلامی سے تعبیر کیا گیا اس طرح ازدواجی زندگی متاثر ہوئی نا شوہر راضی نا بیوی کو سکون الٹا نکاح کی شرح کم اور طلاق کی شرح بڑھنے لگی ہے۔ موصوفہ فلم میں قرآن کی بہت ہی زیادہ غلط تشریح کی گئی ہے۔

سورۃ بقرہ آیت ۲۲۳ ،" نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ۖ فَأْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ ۖ وَ قَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ " (تمہاری عورتیں تمہارے لیے کھیتیاں ہیں تو اپنی کھیتیوں میں جسطرح چاہو آؤ اور اپنے فائدے کا کام پہلے کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو)۔ آزاد ذہن اور دین سے دور خواتین کو یہ آیت بہت کھٹکنے لگی لہذا اب ضرورت پڑی کہ گائے کا پیشاب پینے والا برہمن اس کی تشریح کرے؟ اب بھارت نے یہ فریضہ سرانجام دیا کہ وہ قرآن کو اپنے مطابق پیش کرے جس سے آج تک مسلمان غافل تھے۔ تو سنیے ان کی دجالی تشریح: فلم میں اس آیت کی تشریح کی گئی ہے کہ "بیوی کا کچھ حق نہیں کہ وہ شوہر کے سامنے اپنی مرضی رکھ سکے، چاہے وہ بیمار ہو یا ایام مخصوصہ میں مبتلا ہو اس کا فرض ہے کہ مرد کی جنسی خواہش کو پورا کرے، مرد جب چاہے جس حالت میں چاہے اسے طلب کرے"۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ اس قدر گھٹیا تشریح جو کسی مہذب انسان کو قبول نہ ہو پھر قرآن تو دور کی بات ہے۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ اسے دیکھنے والے لبرل

طبقے کو اس میں بھلائی نظر آئے گی، ان میں اتنی غیرت تو ہے نہیں کہ اپنی کتاب کو خود پڑھ سکیں لہٰذا وہ مجبور ہیں کہ مشرک برہمن کی تفسیر ہی کرے یوں یہ سچ ہو جائے گا کہ **"قرآن میں ہے گیتا تو گیتا میں قرآن "**۔

اب آتے ہیں اس آیت کی حقیقت کی طرف، ازدواجی زندگی میں میاں بیوی کا جنسی تعلق قائم کرنا بہت اہمیت کا حامل ہے اسی لیے اللہ رب العزت نے اس آیت میں آدابِ مباشرت کو واضح کیا ہے۔ یعنی عورت سے نفع حاصل کیا جائے اولاد کی صورت میں جو کہ جائز طریقے سے ہو اصولِ فطرت کو قائم رکھنے کے لیے اجازت دی کہ دونوں جیسے چاہیں ایک دوسرے سے ملن کریں، وہاں سے جہاں اللہ نے حلال کیا ہے۔ لیکن دجال کو کب منظور کہ کوئی اس کی صحیح تشریح تک جائے۔ خیر یہی نہیں آگے چل کر خدائے برحق نے سورۃ اعراف آیت ۱۸۹ میں واضح فرمایا کہ: " **فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ**" (پھر جب مرد اس پر چھایا اسے ہلکا سا پیٹ رہ گیا)۔ اس کی تفسیر میں مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: تغشا بنا ہے غشیان سے بمعنی چھا جانا، اس لیے مدہوشی کو غشی کہتے ہیں کہ یہ عقل پر چھا کر اسے چھپا لیتی ہے۔ پردہ کو غشاوہ کہا جاتا ہے کہ یہ اشیاء پر چھا کر انہیں چھپا دیتا ہے۔ یہاں اس آیت میں غشیان سے مراد صحبت ہے اگرچہ صحبت دونوں طرف سے ہوتی ہے لیکن چھا جانا شوہر کی طرف سے ہوتا ہے۔[(۹)] پہلے قرآن نے حلال جگہ سے صحبت کرنے کی اجازت دی اور بعد میں اس کا احسن طریقہ بھی بتا دیا تا کہ استقرائے حمل بہتر ہو سکے۔ مزید، حضرت عتبہ بن عبد سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی کے پاس جائے تو پردہ کر لے اور جنگلی گدھوں کی طرح برہنہ نہ ہو"۔[(۱۰)]

مذکورہ بالا آیات و روایت کو بیان کرنے کا مقصد یہ تھا کہ کسی بھی ناقص ذہن میں اس آیت کی وہ تشریح نہ بیٹھے جو فلم میں بتائی گئی ہے کیونکہ مسلمانوں کی تعداد میں ایسے مؤمنین کی شرح بہت زیادہ ہے جس نے کبھی قرآن کو سمجھ کر نہیں پڑھا لیکن اعتراض کرنے کے لیے ایک موضوع بنا رکھا ہے۔ جس دین میں اتنی بنیادی باتیں ایسے احسن انداز میں مذکور ہوں وہاں استحصالی احکام کیوں کر ہو سکتے ہیں؟ مگر کفر نے انہیں ایسا الجھا رکھا ہے کہ آج مرد عورت پر اور عورت مرد پر طعن و تشنیع کرنے میں مشغول ہیں خدارا کبھی محاذ لگا دیا جائے تو ٹوٹ پڑیں گے۔ جب بھی فتنہ اٹھتا دیکھو تو اس کا مقابلہ کرو اور جتنا ہو سکے خلقِ خدا کو بچاؤ، مرد و عورت کا حلال بندھن اس قدر ضروری ہے کہ اسی کے سبب قوموں کو حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ ملے ہیں، صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ سی غیرت اسی حلالت کے سبب آئی ہے۔ اگر یہ حلالیت ہی نہیں رہے گی تو برائے نام مسلمان بہت ہوں گے لیکن مسلمان نہیں ہوں گے۔ سبھی مرد حضرات غور کریں اپنے گھروں کو ستھرا بنائیں، مائیں بہنیں، بیٹیاں اسلام کی طرف لوٹ آئیں دنیا میں اگر عورت کی کوئی رہنما ہے تو وہ سیدہ اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا ہیں۔

مزرائے تسلیم را حاصل بتول
مادراں را اسوہ کامل بتول

سبھی مرد و خواتین حضرات اس فلم کو رپورٹ کریں اس طرح کی جدت پر لعنت کریں اور خود کو اپنی نسلوں کو سنواریں، اسلام کا تحفظ کریں۔ اللہ ہم سب کو دجالی فتنوں سے محفوظ فرمائے۔

اعوذ باللہ من فتنۃ الشیطان العین الرجیم و فتنۃ الدجال المسیح اللھم ادخلی فی رحمت مصطفیٰ ﷺ

۱۰ جون ۲۰۲۴ء

---

(۹) (تفسیر نعیمی، ج۹، ص۴۶۶)

(۱۰) (جامع الاحادیث، ج۳، ص۳۵۸، کتاب النکاح، مباشرت)

مولا علی رضی اللہ عنہا مولودِ کعبہ نہیں

سوال: حضرت! ایک بات سننے میں آئی ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہا کعبہ میں پیدا نہیں ہوئے تھے۔ اس بات میں کہاں تک سچائی ہے؟ مجھے تو لگتا ہے کہ یہ بغض علی پر مبنی بات ہے اور اتنی مشہور بات کو نا ماننا تو سراسر جہالت ہے، بالفرض ایسا نا بھی تو کیا ہوا شان تو مولا علی کی ہی بیان ہو رہی ہے۔

الجواب بعون الوھاب بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الصلواۃ والسلام علیک یا خاتم الانبیاء و المرسلین ﷺ اما بعد

میرے استاذ فرماتے ہیں: "کسی شخصیت کی صفت میں موضوع روایت گڑھنے والا در حقیقت موصوف کا گستاخ ہوتا ہے"۔

امت میں جب اختلافات بڑھے تو جلد ہی علم کی بجائے شخصیت پرستی پر اتر آئے ساتھ ہی ساتھ ہر گروہ نے اپنی پسندیدہ شخصیات کی مدح میں ایسی احادیث، روایات، واقعات گڑھے جن کا تاریخ و حقیقت سے کچھ واسطہ نہیں تھا یعنی مکمل موضوع۔ لیکن فی زمانہ ایسے کئی واقعات شدت اختیار کر گئے اور عوامی خطباء و علماء کی زبانی یوں مشہور ہوئے کہ ذکر ہر زباں ہو گئے اور ان میں غلو تو موضوع ہی الگ ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ ایسی شخصیت ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے بصدقِ مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ بہت شانوں سے نوازا ہے کہ ارشادِ لولاک ﷺ ہے: (مفہوماً) "علی کی محبت، ایمان اور علی سے بغض نفاق کی علامت ہے"۔[11]

لیکن اس کا یہ معنی ہرگز نہیں کہ جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی محبت میں حد سے بڑھا جائے۔

آپ کے فرمان کے مطابق آپ کی محبت میں افراط (حد سے بڑھنا) بھی ہلاکت کا سبب ہے۔[12] مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شان میں بوجہ افراط موضوع روایت بیان کرنا در اصل آپ کی گستاخی ہے اقرار ہے کہ جھوٹی تعریف تب کی جائے جب اصل موجود نہ ہو! لہٰذا ایسے ہی افراط میں ایک بات آپ کی ولادت کے حوالے سے بھی مثال ہے کہ "آپ رضی اللہ عنہ کی ولادت کعبہ میں ہوئی ہے"، سچ یہ ہے کہ ذکر کردہ روایت سرے سے ہے ہی نہیں۔ اکثر اوقات میں خطباء کو سنا جاتا ہے جو کہہ رہے ہوتے ہیں کہ "جب جناب عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہونے لگی تو اللہ نے بی بی مریم سے فرمایا میرے گھر (بیت المقدس) سے نکل جا۔ لیکن جب مولی علی کی ولادت کا وقت آیا تو آپ کی والدہ کو حکم ہوا "اے فاطمہ اندر آجا" پھر یک لخت دیوارِ کعبہ شق ہوئی اور جناب فاطمہ اندر چلی گئیں" لاحول ولا قوۃ الا باللہ! آپ خود اندازہ کریں کس طرح ایک جلیل القدر نبی کی ولادت کے بارے میں کیسی رائے دی جا رہی ہے دوسری جانب جناب علی کے حق میں افراط کی تمثیل![13]

یہ واقعہ اللہ تعالیٰ کے عزت و رفعت والے نبی سیدنا عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام کے لائق ہے نا ہی مزاجِ مرتضوی کے موافق۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ جان لیں کیا جناب علی رضی اللہ عنہ مولودِ کعبہ ہیں یا نہیں یا ایسے قول کی تاریخ میں کیا حیثیت ہے درجہ صحت کو پہنچتا ہے یا نہیں تو چند اقوال سے آغاز کرتے ہیں۔

---

[11] (ترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، رقم ۳۷۳۶)/ (صحیح مسلم، رقم ۱۳۱)/ (ابن ماجہ، رقم ۱۱۴)/ (کل جمع و رقم فی الکتاب اسم مولودِ کعبہ کون، ص ۸)

[12] (فضائل الصحابہ لاحمد بن حنبل، رقم ۹۵۱)

[13] (مولودِ کعبہ کون، ص ۹)

مولا علی کا کعبہ میں پیدا ہونا شیعوں میں مشہور ہے لیکن اہل سنت نے صراحتاً لکھا ہے کہ "یہ ایسی کمزور بات ہے جس کا کوئی ثبوت نہیں"۔ حضرت علامہ حسین بن محمد الدیار بکری، المتوفی ۹۶۶ھ لکھتے ہیں: " ويُقالُ كانَتْ وِلادَتُهُ في داخِلِ الكَعْبَةِ وَلَمْ يَثْبُتْ " (اور کہا جاتا ہے کہ اس (علی رضی اللہ عنہما) کی پیدائش کعبہ کے اندر ہوئی، مگر یہ بات ثابت نہیں)۔ [۱۴]

امام ابو زکریا محی الدین یحییٰ بن شرف النووی الدمشقی، المتوفی ۶۷۶ھ فرماتے ہیں: " وأمّا ما رُوِيَ أنَّ عليَّ بنَ أبي طالبٍ وُلِدَ فيها فَضَعيفٌ عندَ العلماءِ " (اور رہا یہ (قول) کہ حضرت علی بن ابی طالبؓ کی پیدائش کعبہ میں ہوئی، تو یہ روایت علماء کے نزدیک کمزور (ضعیف) ہے)۔ [۱۵]

دیوبندی محقق نافع جھنگوی نے لکھا ہے: حضرت علی کے مقام ولادت کے لیے بعض روایات میں " داخل الکعبہ " کے الفاظ بھی ملتے ہیں؛ لیکن یہ بات علماء کے نزدیک فن روایت کی رو سے صحیح نہیں۔ "ولادة فی الکعبه" کی روایت کو اہل علم نے مرجوح قرار دیا ہے اور صیغہ تمریض (شک) سے ذکر کیا ہے۔ [۱۶]

اس کے علاوہ شیعوں میں بھی یہ بات مسلم نہیں ہے کہ جناب علی ہی مولود کعبہ ہیں کہ شارح نہج البلاغہ عبد الحمید بن ھبۃ اللہ المدائنی (ابن ابی الحدید شیعی) لکھتا ہے: " وَاخْتُلِفَ في مَوْلِدِ عليٍّ عليه السلام أين كان؟ فَكَثِيرٌ من الشيعةِ يَزْعُمُونَ أنَّهُ وُلِدَ في الكعبةِ، وَالْمُحَدِّثُونَ لا يَعْتَرِفُونَ بذلكَ، وَيَزْعُمُونَ أنَّ المولودَ في الكعبةِ: حَكِيمُ بنُ حِزَامِ بنِ خُوَيْلِدِ بنِ أَسَدِ بنِ عبدِ العُزّى بنِ قُصَيٍّ " (حضرت علی علیہ السلام کی جائے پیدائش کے بارے میں اختلاف ہے کہ کہاں پیدا ہوئے؟ تو بہت سے شیعہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ کعبہ میں پیدا ہوئے، جبکہ محدثین اس بات کو تسلیم نہیں کرتے، اور ان کا دعویٰ ہے کہ جو کعبہ میں پیدا ہوا وہ حکیم بن حزام بن خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی ہے)۔ [۱۷]

بعض سنی علماء نے بھی یہ بات لکھی ہے کہ مولا علی کعبہ میں پیدا ہوئے لیکن یاد رہے انہوں نے اس کے ذکر میں صیغہ تمریض استعمال کیا ہے یعنی شکیہ بات ہے مکمل صحت مند روایت نہیں اس لیے ہم اسے قبول نہیں کر سکتے اور بغیر سند و معتبر ماخذ محض شہرت کی وجہ سے نقل کی گئی روایت بھی صحت پر دلالت نہیں کرتی۔

یہاں کچھ اقوال نقل کیے جاتے ہیں جو دلالت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولادت کعبہ میں نہیں ہوئی۔

علامہ زینی لکھتے ہیں: "حضرت علی کی ولادت کعبہ میں نہیں بلکہ ایک دوسری جگہ ہوئی"۔ [۱۸]

امام حلبی علیہ رحمہ لکھتے ہیں: "حضرت علی کے کعبہ کے اندر پیدا ہونے والی بات کمزور ہے"۔ [۱۹]

مفتی بہاؤ الدین مکی لکھتے ہیں: "سیدنا علی کا کعبہ میں پیدا ہونا کمزور قول ہے"۔ [۲۰]

---

[۱۴] (تاریخ الخمیس فی احوال انفس النفیس، ذکر خلافۃ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، ج ۲، ص ۲۷۵، بیروت)

[۱۵] (تھذیب الاسماء واللغات، حرف الحا، ج ۱، ص ۴۰۹، رقم ۱۲۷، بیروت)

[۱۶] (سیرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ، ولادت مرتضوی، ص ۳۳)

[۱۷] (شرح نہج البلاغہ، القول فی نسب امیر المومنین علی علیہ السلام .... ج ۱، ص ۱۴)

[۱۸] (خلاصۃ الکلام فی بیان امراء البلد الحرام ج ۲ ص ۲۷۸)

[۱۹] (سیرت حلبیہ ج ۱، ص ۱۶۰ اباب تزویجہ خدیجتہ)

[۲۰] (تاریخ المکہ المرشفہ والمسجد حرام، ص ۱۸۵)

کثیر اقوال و شواہد سے قطع نظر ثابت ہوا کہ جناب علی کی جائے ولادت کعبہ نہیں ہے بلکہ کوئی اور ہے۔ مختصراً یہ بھی جانتے ہیں کہ اگر کعبہ نہیں تو آپ رضی اللہ عنہ کہاں پیدا ہوئے؟

امام حافظ ابو عمرو خلیفہ بن خیاط اللیثی، التوفی ۲۴۰ھ فرماتے ہیں: " وُلِدَ عَلِيٌّ بِمَكَّةَ فِي شِعْبِ بَنِي هَاشِمٍ " (حضرت علی کی ولادت مکہ میں شعب بنی ہاشم میں ہوئی)۔ [21]

امام حافظ ابو القاسم علی بن حسن بن ھبۃ اللہ الشافعی (ابن عساکر) التوفی ۵۷۱ھ بھی فرماتے ہیں: " وُلِدَ عَلِيٌّ بِمَكَّةَ فِي شِعْبِ بَنِي هَاشِمٍ " (حضرت علی کی ولادت مکہ میں شعب بنی ہاشم میں ہوئی)۔ [22]

علامہ ابو الفضل جمال الدین محمد بن مکرم بن علی الانصاری الافریقی (ابن منظور) التوفی ۷۱۱ھ نے بھی یہی لکھا۔ [23]

آزاد مورخ، احمد بن محمد بن عبد ربہ الاندلسی، التوفی ۳۲۸ھ نے بھی یہی لکھا۔ [24]

آپ رضی اللہ عنہ کی ولادت آپ کے گھر میں ہی ہوئی کہ علامہ ابو الحسن محمد بن احمد بن جبیر الکنانی الاندلسی، التوفی ۶۱۴ھ لکھتے ہیں: " وهو الذي حُصِرت قريشٌ بني هاشمٍ فيه عند بدء الدعوةِ، ويُسمّى شِعبُ بني هاشم، وشِعبُ عليٍّ، به وُلِد رسولُ الله ﷺ، ومولِدُ عليّ بنِ أبي طالبٍ " (اور وہی مقام ہے جہاں قریش نے بنو ہاشم کو دعوت کے آغاز میں محصور کیا تھا، اور اُسے شعبِ بنی ہاشم اور شعبِ علی بھی کہا جاتا ہے۔ اسی میں رسول اللہ ﷺ کی ولادت ہوئی، اور حضرت علی بن ابی طالبؓ کی پیدائش کا مقام بھی یہی ہے)۔ [25]

یہی عبارت، علامہ ابو البقاء خالد بن عیسیٰ بن احمد، التوفی بعد ۷۶۷ھ نے بھی نقل کی ہے۔ [26] اور یہ مقام اتنا مشہور ہے کہ عوام و خواص سب اسے جانتے تھے اور کئی علما نے اس کا تذکرہ مولد علی کے نام سے اپنی کتب میں بھی کیا ہے۔

قاضی القضات امام بہاؤ الدین ابو البقاء محمد بن احمد بن الضیاء الحنفی المکی، التوفی ۸۵۴ھ نے آپ رضی اللہ عنہما کی ولادت گاہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:" وهذا الموضعُ مولدُ عليّ بنِ أبي طالبٍ رضي الله تعالى عنه، وهذا الموضعُ مشهورٌ عندَ الناسِ بقربِ النبيّ ﷺ، باعلى الشِعبِ الذي فيهِ المولدُ...، وعلى بابِهِ حجرٌ مكتوبٌ فيهِ: هذا مولدُ أميرِ المؤمنين عليّ بنِ أبي طالبٍ " (اور یہی وہ مقام ہے جہاں حضرت علی بن ابی طالب کی ولادت ہوئی۔ یہ جگہ لوگوں میں نبی کریم ﷺ کی ولادت گاہ کے قریب وادی کے بالائی حصے میں معروف ہے، اور اس کے دروازے پر ایک پتھر ہے، جس پر لکھا ہے: "یہ امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کی جائے ولادت ہے"۔

---

[21] (تاریخ خلیفہ بن خیاط، سنہ اربعین، ص۱۹۹)
[22] (تاریخ دمشق الکبیر، ج۴۵، ص۴۴۸، رقم ۵۰۲۹)
[23] (مختصر تاریخ دمشق، ج۱۸، ص۹۷)
[24] (کتاب العقد الفرید، نسب علی بن ابی طالب وصفتہ، ص۲۹۷، ج۴)
(کل جمع ورقم فی الکتاب اسم مولودِ کعبہ کون، ص۴۵)
[25] (رحلۃ ابن جبیر وھی الرسالۃ المعروفۃ تحت اسم اعتبار الناسک فی ذکر الآثار الکریمۃ والمناسک، مسجد مولد النبی، ص۱۲۹)
[26] (تاج المفرق فی تحلیہ علماء المشرق، وصلاۃ علی سیدنا وعلی آلہ وصحبہ، ص۷۸)

علامہ تقی الدین محمد بن احمد بن علی الفاسی فرماتے ہیں: "حضرت علی کی ولادت گاہ نبی ﷺ کی ولادت گاہ کے قریب ہوئی پہاڑی کے متصل اوپر والی جگہ ہے اور یہ بات مکہ والوں کے نزدیک بغیر کسی اختلاف کے مشہور ہے اور اس کے دروازے پر لکھا ہے یہ مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ولادت گاہ ہے۔ [۲۷]

مفتی احمد یار خان نعیمی فرماتے ہیں: "حضرت علی جس جگہ پیدا ہوئے وہ ابو طالب کا گھر تھا"۔ [۲۸] علامہ غلام رسول قاسمی کا بیان ہے کہ: "سیدنا علی المرتضیٰ شعب بنی ہاشم میں پیدا ہوئے آپ کی جائے ولادت کو وہابیوں نے شہید کر دیا ہے ان میں سے ایک ایک جملہ بولتی ہوئی حقیقت ہے اگر کسی ایک آدھ عالم نے علی المرتضیٰ کو مولودِ کعبہ لکھ ہی دیا تو اسے ان کے تسامح اور عدم توجہ پر محمول کرنا چاہیے۔ سیدنا علی کو مولودِ کعبہ سمجھنا شیعہ کا عقیدہ ہے"۔ [۲۹]

حاصل کلام یہ کہ جناب علی حیدر کرار رضی اللہ عنہ کی یہ شان نہیں کہ ان کی جانب جھوٹ منسوب کیا جائے لہٰذا احادیثِ صحیحہ میں جو شان وارد ہے اسے ڈنکے کی چوٹ پر بیان کرنے میں عافیت ہے۔ اللہ ہمیں ہر فتنے سے محفوظ رکھے۔ کسی صاحب کو اگر اس تحریر سے درد اٹھے یا اختلاف ہو تو فقط دلائل سے بحث کرے اگر ادب کے تقاضوں کے خلاف جائے گا تو جواب بھی ویسا دیا جائے گا دلیل ہے تو گفتن ورنہ خاموش!

مرتضیٰ شیرِ حق اشجع الاشجعین　　ساقی شیر و شربت پہ لاکھوں سلام
ماحی رفض و تفضیل و نصب و خروج　　حامی دین و سنت پہ لاکھوں سلام

۲۵ ذیقعدہ ۱۴۴۶ھ

۲۴ مئی ۲۰۲۵ھ

[۲۷] (شفا الغرام، ج ۱، ص ۳۰۸)

[۲۸] (سفر نامے، ص ۹۲، مطبوعہ نعیمی کتب خانہ لاہور)

[۲۹] (مولودِ کعبہ کون؟، ص ۶۷، ۶۸)

مولودِ کعبہ کون؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الصلواۃ والسلام علیک یا خاتم الانبیاء و المرسلین ﷺ اما بعد

گزشتہ مضمون میں ایک تاریخی روایت کو جانچا گیا تھا جو جناب علی رضی اللہ عنہ کے مولودِ کعبہ ہونے کے بارے میں تھی بحوالہ کثیر کتب اور محققین یہ ثابت ہوا کہ مولودِ کعبہ ہونے کی نسبت جانبِ مرتضیٰ شیر حق رضی اللہ عنہ من گھڑت یا ایسی بات ہے جس کی کوئی سند نہیں لہٰذا ایسی کسی بات کو ان کی جانب منسوب کرنا جائز نہیں اور نا ہی لائق تسلیم ہے۔ سوال یہ ہے کہ تاریخ میں مولودِ کعبہ ہونے کا ذکر ملتا ہے اگر مولی علی رضی اللہ عنہ نہیں ہیں تو کون ہے اسی سلسلہ میں یہ مختصر مضمون پیش کیا جاتا ہے کہ مولودِ کعبہ کون؟ اسی تناظر میں دس اقوال ذیل میں نقل کیے جاتے ہیں۔

اجلہ محدثین، فقہا، مفسرین، نسّابین اور مورخین نے لکھا ہے کہ سیدہ خدیجہ الکبری رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھتیجے، صحابی رسول سیدنا حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت خانہ کعبہ میں ہوئی۔ چنانچہ:

(۱) امام حافظ ابو الحسین مسلم بن حجاج القشیری رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ المتوفی ۲۶۱ھ فرماتے ہیں: " ولدَ حكيمُ بنُ حزامٍ في جوفِ الكعبةِ, وعاشَ مائةً وعشرينَ سنةً " (حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت کعبہ شریف میں ہوئی اور آپ ایک سو بیس سال تک زندہ رہے)۔ [۳۰]

(۲) علامہ ابو جعفر محمد بن حبیب بغدادی المتوفی ۲۴۵ھ لکھتے ہیں: " وَحَكِيمٌ هَذَا وُلِدَ فِي الْكَعْبَةِ "۔ [۳۱]

(۳) امام ابو الولید محمد بن عبد اللہ بن احمد مکی (ازرقی) المتوفی ۲۵۰ھ لکھتے ہیں: " فَوَلَدَتْ حَكِيمًا فِي الْكَعْبَةِ "۔ [۳۲]

(۴) قاضی مکہ امام حافظ زبیر بن بکار، المتوفی ۲۵۶ھ لکھتے ہیں: " فَوَلَدَتْ حَكِيمَ بْنَ حِزَامٍ فِي الْكَعْبَةِ "۔ [۳۳]

(۵) امام احمد بن یحیٰ بن جابر بن داوٗد البلاذری، المتوفی ۲۷۹ھ لکھتے ہیں: " حَكِيمُ بْنُ حِزَامٍ وَأُمُّهُ ابْنَةُ زُهَيْرِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ أَسَدِ بْنِ عَبْدِ الْعُزَّى وَاسْمُهَا فَاخِتَةُ وَوَلَدَتْهُ فِي جَوْفِ الْكَعْبَةِ " (حکیم بن حزام، جن کی والدہ زہیر بن حارث بن اسد بن عبد العزی کی بیٹی تھیں، ان کا نام فاختہ تھا، اور انہوں نے انہیں کعبہ کے اندر جنا)۔ [۳۴]

(۶) امام حافظ ابو حاتم محمد بن حبان البستي، المتوفی ۳۵۴ھ لکھتے ہیں: " فولدت حكيم بن حزام في جوف الكعبة "۔ [۳۵]

(۷) امام ابو سلیمان حمد بن محمد بن ابراہیم البستی (خطابی) المتوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں: " فولدت حكيماً في الكعبة "۔ [۳۶]

(۸) حافظ ابو بکر احمد بن علی الاصبھانی (ابن منجویہ) المتوفی ۴۲۸ھ لکھتے ہیں: "(حکیم بن حزام) ولد في الكعبة "۔ [۳۷]

---

[۳۰] (صحيح مسلم ، كتاب البيوع باب الصدق في البيع والبيان رقم ١٥٣٢، الرقم المسلسل ٣٨٥٩)

[۳۱] (كتاب المحبر ، ص ١٧٦ ، دار الآفاق الجديده بيروت والمنمق في اخبار قريش الندماء من قريش ، ص ٣٦٦، عالم الكتب بيروت، الطبعة الأولى ١٤٠٥هـ)

[۳۲] (اخبار مكه وما جاء فيها من الآثار، باب ماجاء في فتح الكعبة ومتى كانوا يفتحونها ، ج ١ ، ص ١٧٤ ، دار الاندلس بيروت)

[۳۳] (جمهرة نسب قريش واخبارها، ج ١، ص ٣٦٦، دار اليمامة الرياض، الطبعة الثانية ١٤١٩)

[۳۴] (جمل من انساب الاشراف ، حكيم بن حزام ، ج ٩، ص ٤٣٥، دار الفكر بيروت الطبعة الأولى ١٤١٧هـ)

[۳۵] (تاريخ الصحابة، ص ٦٨ ، رقم ٢٣٤، دار الكتب العلميه بيروت الطبعة الأولى ١٤٠٨هـ - ومشاهير علماء الامصار واعلام فقهاء الاقطار ، ج ١ ، ص ٣١ ، رقم ٣٠ ، دار الوفاء المنصوره ، الطبعة الأولى ١٤١١هـ)

[۳۶] (غريب الحديث، حديث حكيم بن حزام . ج ٢، ص٥٥٧، دار الفكر بيروت الطبعة الأولى ١٤٠٢هـ)

[۳۷] (رجال صحيح مسلم، ذكر من اسمه حكيم، ج ١، ص ١٤٢ ، رقم ٢٧٨، دار المعرفة بيروت، الطبعة الأولى ١٤٠٧هـ)

(۹) علامہ ابو منصور عبد الملک بن محمد بن اسماعیل الثعالبی المتوفی ۴۲۹ھ لکھتے ہیں: " حكيم بن حزام وكان ولد في الكعبة "۔[۳۸]

(۱۰) حافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ بن احمد الاصبہانی، المتوفی ۴۳۰ھ لکھتے ہیں: " (حكيم بن حزام) ولد في الكعبة "۔[۳۹]

کثیر روایات جو نقل نہیں کی ان کے بعد ثابت ہوتا ہے کہ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ ہی فقط مولودِ کعبہ ہیں ان کے علاوہ کوئی مولودِ کعبہ نہیں ہے۔ جیسا کہ امام ابو زکریا محی الدین یحییٰ بن شرف النووی الدمشقی، المتوفی ۶۷۶ھ فرماتے ہیں: " وُلِدَ حَكِيمٌ فِي جَوْفِ الْكَعْبَةِ وَلَا يُعْرَفُ أَحَدٌ وُلِدَ فِيهَا غَيْرُهُ " (صرف حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کی ولادت جوفِ کعبہ میں ہوئی، آپ کے علاوہ کوئی بھی کعبہ میں پیدا نہیں ہوا)۔[۴۰]

ایک اور روایت نقل کرتا چلوں جو ماضی قریب میں ڈاکٹر ابو شہبہ محمد بن محمد، المتوفی ۱۴۰۳ھ نے بھی لکھا کہ: "کعبہ میں صرف حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے "۔[۴۱]

شیخ الاسلام ابن حجر فرماتے ہیں: " كَانَ مَوْلِدُ حَكِيمٍ فِي جَوْفِ الْكَعْبَةِ، وَلَا يُعْرَفُ ذَلِكَ لِغَيْرِهِ " (حکیم کی پیدائش کعبہ کے اندر ہوئی تھی، اور یہ کسی اور کے لیے ثابت نہیں ہے)۔[۴۲]

مکمل بحث سے ظاہر قول ثابت ہوا کہ کعبہ میں پیدا ہونے والے صحابی رسول حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ جو کہ سیدنا ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا کے بھتیجے تھے۔ اور یہ بات حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے مشہور ہوئی جس کی کوئی سند موجود نہیں۔ لہٰذا ہمیں اس کے ذکر سے بچنا چاہیے تاکہ مفتری نا بنیں۔ اللہ ہمیں راہِ مستقیم پر قائم رکھے۔ آمین

۲۶ ذیقعدہ ۱۴۴۶ھ

۲۴ مئی ۲۰۲۵ء

---

[38] (ثمار القلوب في المصاف والمنسوب، الاستشهاد، ص ٥١٨، دار المعارف القاهره)

[٣٩] (معرفة الصحابة، حكيم بن حزام ، ج ٢، ص ٧٠١،٧٠٢)

[٤٠] (تهذيب الاسماء و اللغات، حرف الحا، ج ١، ص ٤٠٩، رقم ١٢٧)

[٤١] (مولودِ کعبه کون، ص ٢٣)

[٤٢] (الوسيط فى علوم و مصطلح الحديث، الفرع الثانى، ص ٦٦٠)

ایسے پیر طریقت کا رد

سائل: حضرت جمعہ کے دن جب سلام پڑھا جاتا ہے تو اس میں ایک شعر پڑھتے ہیں "جس کی ہر ہر ادا سنتِ مصطفیٰ ﷺ، ایسے پیر طریقت پہ لاکھوں سلام" ---کیا یہ کوئی بھی اپنے پیر کے لیے پڑھ سکتا ہے یا کسی خاص ہستی کے لیے لکھا ہے امام احمد رضا نے؟

الجواب بعون الوهاب بسم الله الرحمٰن الرحيم الصلواة والسلام عليك يا خاتم الانبياء و المرسلين ﷺ اما بعد

مذکورہ بالا شعر عوام الناس میں در "سلام رضا" منسوب بہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا ہے۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ "ایسے پیر صاحب جن کی ہر ادا سنت مصطفیٰ ﷺ سے ماخوذ ہے ان پر لاکھوں سلام"۔

اس شعر پر تنقیدی بحث کا آغاز کرتے ہوئے اول یہ جان لیں کہ مذکورہ شعر سلام رضا "مصطفیٰ ﷺ جان رحمت" میں ہے ہی نہیں اور نا ہی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے۔ عوام میں یہ شعر مختلف مسانید سے مختلف آستانوں خانقاہوں کے سجادہ نشینوں، صاحبزادگان پیروں کے لیے پڑھا جاتا ہے جو کہ مریدین کی جانب سے اظہارِ الفت ہے۔ لہٰذا یوں اس کا شعر کا مفہوم ہوا کہ "ہمارے پیر صاحب جن کی ہر ایک ادا ہی سنتِ مصطفیٰ ﷺ ہے اس سے ہٹ کر وہ کچھ کرتے ہی نہیں لہٰذا ان پر لاکھوں سلام ہوں، شعر میں لفظ "ادا" استعمال ہوا ہے پہلے ہم اس کی نوعیت جان لیتے ہیں۔ لفظ "ادا" فارسی زبان سے اسم جامد ہے۔ اردو میں ۱۶۰۹ء کو "قطب مشتری" میں مستعمل ملتا ہے۔ اسم مجرد (مؤنث - واحد) ہے اس کی جمع: آدائیں [آدا + ایں (ی مجہول)] اور جمع غیر ندائی: اداؤں [آدا + اوں (و مجہول)] آتی ہے۔

اس کے معنی

۱ - نقل و حرکت کا عام انداز، روش، ڈھنگ۔

۲ - دل لبھانے والی حرکت یا اشارہ انداز معشوقانہ، آن، ناز نخرہ، غمزہ آتے ہیں۔ جیسے: "دیوانگی میں بھی دانائی کی ادا موجود ہے"۔ [۴۳]

شاعرانہ انداز نظم و نثر میں بھی مستعمل ہے جیسے:

دیکھیے کیا حشر ڈھائے ان کا اندازِ ستم
شوخیوں سے کہہ رہی ہے کچھ ادا بگڑی ہوئی

(کلام رونق ص ۱۸ {۱۹۳۴ء})

اس کے علاوہ (کسی چیز کی پسندیدہ وضع خوبی یا طرح داری کا انداز، دلکش کے طور پر بھی معنی ہوتے ہیں جیسے: "باپ دادا کی کوئی ادا نہ رہی، وہی نتھو خیرا ان کے ہمجولی تھے"۔ [۴۴]

سطورِ بالا میں لفظ "ادا" کے جو معنی بنتے ہیں ذکر کر دیے گئے جس سے حاصل ہوا کہ ادا سے مراد "انسان کی حرکات و اعمال، کسی سے پیش آنے کے انداز ہیں" یوں ہی جب کسی کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس کی ادائیں فلاں سے ملتی ہیں یا فلاں جیسی ہیں تو فوراً ذہن منسوب بہ کی جانب جائے گا اور اس کے کردار کا خاکہ ہماری عندیہ میں نقش ہو گا اگر تو منسوب بہ خصائل حسنہ کا منبع تھا تو یہ شخص بھی قابل تعریف اگر منسوب بہ خصائل رذیلہ کا حامل تھا تو اس شخص کا کردار بھی

---

[۴۳] (اردو لغت / شیرانی، مقالات، ص ۲۱۹)

[۴۴] (ماہِ نو ہنگامے پر، ۱۹۶۰ء)

مشتبہ ہو جائے گا یا کسی ایک کی وجہ سے دوسرا ایک متاثر ہو گا۔ کہ کسی سلطنت کا نمائندہ پوری ریاست کا آئینہ ہوتا ہے کسی ولی کا جانشین پوری ولایت کا عکس ایسے میں یہ نسبت کمالِ بیاں سے وبالِ جاں کا سبب بن سکتی ہے۔

اب آتے ہیں شعر کے حاصل کی جانب تو کیا ایسا کوئی پیر ہے جس کی اداؤں کو بلکہ ہر ہر ادا کو سنتِ مصطفیٰ ﷺ کے موافق کہا جا سکے اور یہ احتمال سرے سے ختم کر دیا جائے کہ پیر صاحب ایسا کچھ کرتے ہی نہیں جو سنت میں شامل نہیں۔

معنی دو ہی ہیں:

(۲) پیر کی ہر ادا وہی ہے جو سنت میں موجود ہے

(۳) پیر ادا ہی وہ رکھتا ہے جو سنتِ مصطفیٰ ﷺ ہے

حضور جانِ جاناں ﷺ کی ادائیں کیسی ہیں تو ارشاد ربانی ہے: " اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ " ترجمہ:(اور بیشک تمہاری خو، بڑی شان کی ہے)۔ [۴۵]

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: حق جَلَّ وَعَلَا نے فرمایا: "وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ" اور بے شک تو بڑے عظمت والے ادب تہذیب پر ہے کہ ایک حِلم و صبر کیا، تیری جو خصلت ہے اِس درجہ عظیم و باشوکت ہے کہ اَخلاقِ عاقلانِ جہان مُجتمع ہو کر اس کے ایک شِمّہ (یعنی قلیل مقدار) کو نہیں پہنچتے، پھر اس سے بڑھ کر اندھا کون جو تجھے ایسے (کم) لفظ سے یاد کرے۔ [۴۶]

اس کے علاوہ علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: "حضور نبی کریم ﷺ محاسنِ اَخلاق کے تمام گوشوں کے جامع تھے۔ یعنی حِلم وعَفو، رحم و کرم، عدل و انصاف، جود و سخا، ایثار و قربانی، مہمان نوازی، عدمِ تشدُّد، شجاعت، ایفائے عہد، حسنِ معاملہ، صبر و قناعت، نرم گفتاری، خوش روئی، ملنساری، مساوات، غمخواری، سادگی و بے تکلُّفی، تواضع وانکساری اور حیاداری کی اتنی بلند منزلوں پر آپ ﷺ فائز و سرفراز ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک جملے میں اس کی صحیح تصویر کھینچتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ " كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ " یعنی تعلیماتِ قرآن پر پورا پورا عمل یہی آپ ﷺ کے اَخلاق تھے۔ [۴۷]

حاصل یہ کہ مصطفیٰ ﷺ جانِ رحمت اخلاق و ادا کے اس مرتبہ پر فائز ہیں کہ مخلوق میں کسی کو وارد نہیں نا ان کی مثل میں عکس و ظل میں کوئی ہم پلہ در کنار مکمل پیروی کا بھی متحمل نہیں ہاں مگر اداؤں میں کثرتِ سنن ممکن ہیں۔

موجودہ وقت کی مناسبت میں پیروں کی دو اقسام یوں کہ

(۱) صحیح العقائد و باشرع عالم دین و دنیا

(۲) جہل العقائد و بے شرع ناقص العلم فی الدین و دنیا

حصارِ نقد میں قسم ثانی کو رکھیں تو کونسا پیر اس لائق ہے اس میں مذکورہ حضور ﷺ کی صفات میں سے بمشکل دو سے زیادہ پائی جائیں وہ بھی ریا، ناکہ مستقل ایسے میں ان راہزنوں کی اداؤں کو شاہِ ہر جہاں ﷺ کی طیب اطہر مطہر اداؤں سے اخذ شدہ یا مثل کہنا جرمِ اکبر ہے۔ ایسے میں جو پیر ادائے حسنہ تک کا حامل بھی نا ہو اس کی ہر ہر ادا کو سنت سے ملانا سخت حرام ہے کہ حدیث مبارکہ میں ارشاد ہے: " حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُوسَى الْفَزَارِيُّ ابْنُ بِنْتِ السُّدِّيِّ، حَدَّثَنَا شَرِيكُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ مَنْصُورِ بْنِ الْمُعْتَمِرِ، عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " لَا تَكْذِبُوا عَلَيَّ، فَإِنَّهُ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ يَلِجُ فِي النَّارِ " (بعد از سند) علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے

---

[۴۵] (القلم:۴)

[۴۶] (فتاوی رضویہ، ج۳۰ / ص۱۶۴-۱۶۵)

[۴۷] (سیرتِ مصطفیٰ، ص۶۰۰)

فرمایا: "مجھ پر جھوٹ نہ باندھو کیونکہ مجھ پر جھوٹ باندھنے والا جہنم میں داخل ہو گا"۔ (۴۸) جس پیر کے بارے میں ہر ہر ادا کا دعویٰ سنتِ مصطفیٰ ﷺ سے ہونے کا اعلان اس شعر میں کیا جارہا ہے تو اس پیر کی ہر وہ ادا جو سنت کے مطابق نہیں ہے یعنی وہ بھی سنت کے کھاتے میں گئی ؟ ایسے میں عظیم جھوٹ کی نسبت سر کارِ ہر عالم ﷺ کی جانب ہو گی یوں اس کا مستلزم اس حدیث کی رو سے اپنا ٹھکانہ جان لے۔ میرے مصطفیٰ ﷺ کی ادا مبارک ہے کہ وہ اپنی امت کے لیے بہت فکر مند ہیں کہ قرآن کہتا ہے: " لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ " (بیشک تمہارے پاس تم میں سے (ایک باعظمت) رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تشریف لائے۔ تمہارا تکلیف و مشقت میں پڑنا ان پر سخت گراں (گزرتا) ہے۔ (اے لوگو!) وہ تمہارے لئے (بھلائی اور ہدایت کے) بڑے طالب و آرزومند رہتے ہیں (اور) مومنوں کے لئے نہایت (ہی) شفیق بے حد رحم فرمانے والے ہیں)۔ (۴۹)

جبکہ آج پیروں کا یہ حال ہے کہ انہیں مریدین کی کچھ پرواہ نہیں ماسوائے جن سے ان کے آستانے آباد ہیں تاں حالکہ نظرانے موصول ہوتے رہیں ایسے میں اپنے مریدوں سے "جس کی ہر ہر ادا" پڑھوانا یا مریدین کا پڑھنا نہایت جاہلیت اور خلافتِ شرع کا اظہار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مشکل وقت میں پیر و مرید دونوں ایک دوجے سے مستثنیٰ ہوتے ہیں تو پھر کاہے کی ولایت کاہے کی عقیدت؟ جبکہ میرے حضور ﷺ کی اداؤں سے مخمور اس کے قائل ہیں کہ: "ایمان والوں پر واجب ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی ذات کو اپنی جانوں پر ترجیح دیں، کیوں کہ یہ ذات اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں برگزیدہ ہے"۔ (۵۰)

میرے حضور ﷺ کی ادا میں شامل تھا کہ آپ ﷺ آنکھوں سے اشارہ نہیں فرماتے تھے۔ فتحِ مکہ کے بعد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح کو اپنے ساتھ بارگاہِ نبوت ﷺ میں لے آئے جس کے متعلق سرکارِ کل عالم ﷺ کا حکم تھا کہ جہاں دیکھا جائے قتل کر دو، اب عبد اللہ بن سعد سے رسول اللہ ﷺ کی بیعت لینے کو کہا گیا جب ہی یہ ہاتھ آگے کرتا حضور جانِ جاناں ﷺ اس کی جانب دیکھتے یوں تین مرتبہ یہ عمل ہوا اور حضور ﷺ نے معاف فرمادیا لیکن بعد میں فرمایا: " ما كانَ فيكم رجلٌ رشيدٌ يقومُ إلى هذا حينَ رآني كففتُ يدي عن بيعته فيقتله؟ قالوا: ما يدرينا يا رسولَ اللهِ ما في نفسِكَ؟ هلا أو مأتَ إلينا بعينِكَ؟ قال: إنه لا ينبغي لنبيٍّ أن تكون له خائنةُ أعينٍ " ، (اور اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا) "کہ تم میں سے کوئی سمجھ دار آدمی نہیں تھا کہ جب میں بیعت لینے سے ہاتھ روک رہا تھا تو اسی لمحہ بڑھ کر اسکو قتل کر دیتا؟ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم کو معلوم نہیں تھا کہ آپ ﷺ کے دل میں کیا بات ہے۔ آپ ﷺ نے آنکھ سے اشارہ کیوں نہیں فرمادیا؟ تاکہ ہم اسے قتل کر ڈالتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک نبی کے لیے یہ بات زیبا نہیں کہ وہ آنکھوں کی خیانت کرے"۔ (۵۱)

بے شک اتنی احتیاط فقط نبی کا خاصہ ہے اور میں اس روایت سے استدلال ہر گز نا کرتا اگر پیر کی ادا سے قبل "ہر ہر" نا ہوتا یعنی جس قدر شدت شعر میں ہے رد بھی اتنا شدید ہونا چاہیے لہٰذا پیر صاحبگان نظرانے بٹورنے کے وقت نا صرف آنکھوں بلکہ پورے بدن کو اشاروں میں بدل دیتے ہیں تو کیا تمہارے پیروں کی یہ ادا بھی سنت سے اخذ ہے؟ نہیں تو یہ شعر پڑھنا بند کرو!

ایک مرید فرطِ جذبات و محبت میں کتنا ہی فاصلہ طے کر کے پیر سے ملاقات کو آتا ہے جبکہ آستانے پر پہنچ کر معلوم پڑتا ہے کہ پیر صاحب موجود ہی نہیں یا پھر موجود تو ہیں ابھی ان کے آرام کا وقت ہے مختصر یہ کہ ملاقات ہو بھی جائے تو سینکڑوں کی بھیڑ میں شاید مصافحہ بھی صحیح نا ہو بس گزرتے جائیں اور پیر کی زیارت کرتے جائیں برعکس اگر آستانے کو رقم دینے والا پیر صاحب کی چمچہ گیری کرنے والا آجائے تو وی آئی پی ملاقات کا اہتمام کیا جاتا ہے، کیا ایسے فرقہ پرست

---

(۴۸) (سنن ترمذی، کتاب العلم عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث ۲۶۶۰)

(۴۹) (التوبہ ۱۲۸)

(۵۰) (قرآن اور فضائل نبوی ﷺ، ص ۱۸۲)

(۵۱) (سنن ابی داؤد، کتاب الجہاد، رقم: ۲۶۸۵) / (خصائصِ نبوی ﷺ اور احکامِ امت، ص ۱۸۶،۱۸۵،۱۸۴)

پیر کی یہ ادا خیر الامم ﷺ سے میل کھاتی ہے؟ جبکہ آنحضرت ﷺ سے جب کوئی وفد ملنے آتا تو خاص طور پر انہیں رخصت کرتے وقت تحائف دیتے مہمان نوازی کرتے بلا تفریق و امتیاز۔

بنو حارث بن کعب نجران قبیلہ سے جب وفد حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو واپسی پر جناب رسالت مآب ﷺ نے انہیں تحائف عطا کیے اور انعامات سے نوازا۔ (۵۲)

ایک اور مقام پر "سالِ وفود میں بنی جعدہ کے ایک نمائیندے رقاد بن عمر بن ربیہ بن جعدہ بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضر ہوئے اور شرفِ اسلام سے بہرہ ور ہوئے۔ آنحضرت ﷺ نے انہیں فلج (ایک علاقہ جس میں کھیت، درخت اور چشمے تھے) میں جاگیر عطا فرمائی اور اس کے لیے انہیں ایک تحریری فرمان عنایت فرمایا۔ (۵۳) کسی پیر کی مثال لاؤ کہ کوئی شخص مرید ہونے آیا تو اسے انعامات سے نوازا ہو؟ بلکہ ایک تو مرید بیعت بھی ہو پھر نظرانہ بھی دے کر جائے۔ جناب مصطفیٰ ﷺ کی کسی ایک ادا کو کم الفاظ میں لینے والے کے متعلق سخت حکم ہے وہ گستاخی کا مرتکب ہے یوں پیر صاحب جن کی ہر ادا ہی سنت ہے ان سے اختلاف کرنے والا دراصل کس کی اداؤں کی نفی کر رہا ہے؟ ایسے میں پیر صاحب خود کس حکم کے تحت آئیں گے اور ہر ہر ادا کا نعرہ بلند کرنے والے کیا جواز نکالیں گے جبکہ واضح قول ہے: "اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغمبر ﷺ کے ساتھ مخالفت کرنے والے کا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں "۔ (۵۴)

پیر صاحب کو تقویٰ کا ہیضہ اسطرح ہوتا ہے کہ دین کے نام پر ان کے اہلِ خانہ پر بے جا پابندیاں عائد ہوتی ہیں۔ مشہور مثال لیتے ہیں عام تاثر میں پیر صاحبان کے پسر خوب عیاش جبکہ دختران مستقبل کا فیصلہ بھی خود نہیں کر سکتیں کہ نکاح جیسے معاملات میں بھی منگنی سے لیکر قبول ہے تک کچھ معلوم نہیں ہوتا کہاں اور کس کے ساتھ اگلی پوری زندگی گزرنے والی ہے اور اس جبر و تسلط کو اسلام کا نام دے کر صدائے احتجاج کا گلہ بھی گھونٹ دیا جاتا ہے، لیکن پھر بھی پیر صاحب کی ہر ہر ادا ـــــــ ہے ! نکاح کے واسطے رسول اللہ ﷺ نے ایک انصاری صحابی کو خود اجازت دی کہ وہ لڑکی کو دیکھ لیں تاکہ بعد میں پچھتاوانہ رہے (مرد و عورت دونوں ایک دوجے کو دیکھ سکتے ہیں اور اپنی پسند و ناپسند کے اظہار میں آزاد ہیں)۔ (۵۵) ہر وہ عام ادا جو عام ماحول میں ایک عام انسان سے عمل حسنہ کا تقاضہ کرتی ہے اس کا ذکر کر دیا گیا ہے اور ساتھ ساتھ مصطفیٰ ﷺ جان رحمت کی ادا کو بھی نقل کیا تاکہ یوں ہی پیر کی حقیقت آشکار ہو جائے اور ہر ہر ادا کا مصداق ہرگز نہ رہے۔

قسمِ اول میں وہ اولیاء یا پیر حضرات جو صحیح ہیں ان کے لیے بھی یوں شدت سے ہر ہر ادا کا دعویٰ نہیں کر سکتے ہاں البتہ اولیاء کی اولین ترجیح سنتِ حبیب ﷺ کی پیروی ہی ہے لیکن جملہ سراپائے ادائے مصطفیٰ ﷺ کوئی نہیں کہ بعد از انبیاء ہر انسان پر شیطان کا وار ثابت ہے زندگی کے معاملات میں انسان کتنا ہی متقی و پرہیز گار کیوں نا ہو کئی معاملات میں ناقص ہو ہی جاتا ہے کہ سیاست، تعلم، معلم گھریلو معاملات عائلی زندگی میں نوک جھونک وغیرہ میں افراط و تفریط کا سبب بن جاتا ہے۔ موجودہ دور میں ہر کوئی ابلیسی نظام سے بلواسطہ یا بلاواسطہ متاثر ہے تو ایسے میں "ہر ہر ادا" کا اطلاق کسی کے پیر پر نہیں ہوتا کہ سنتِ مصطفیٰ ﷺ ہر لحاظ سے باطل سے پاک ہے ابلیس تو درکنار وہ آپ ﷺ کا نام تک خواب تک میں استعمال نہیں کر سکتا کیوں کہ حضور ﷺ مکمل خیر و ہدایت ہیں اور شیطان کا آپ ﷺ کے حلیے و نام سے آنا محال ہے۔ (۵۶)

جس کی ہر ہر ادا سنت مصطفی ایسے پیر طریقت پہ لاکھوں سلام

---

(۵۲) (طبقات ابن سعد، ۱/۲۵۶، شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ، ۵/۴۳ ملخصاً)

(۵۳) (طبقات ابنِ سعد، وفودِ عرب بارگاہِ نبوی ﷺ میں، ص ۱۵۹)

(۵۴) (الصارم المسلول علی شاتم الرسول (اردو) ص، ۴۴)

(۵۵) (الصحیح المسلم، رقم الحدیث ۳۳۸۱، باب ندب من اراد النکاح امراۃ الی ان ینظر الی وجھھا و کفیھا قبل خطبتھا)

(۵۶) (تعبیر الرؤیا از ابن سیرین، ص ۲۳، خواب نامہ کبیر اردو ترجمہ کامل التعبیر)

یہ شعر مخالفین کی جانب سے لکھا گیا ہے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر بطور تنقید کہ آپ بحکم طبیب حقہ پیا کرتے تھے لہٰذا اس شعر سے طنز ہے کہ احمد رضا کو بہت بڑھا چڑھا کر پیکرِ سنت کہتے ہو تو کیا حقہ پینا بھی سنت ہے؟ استغفر اللہ! لیکن عوام اسے دھڑا دھڑ پڑھتی ہے۔

اظہر من الشمس ثابت ہوا کہ یہ شعر

جس کی ہر ہر ادا سنت مصطفی

ایسے پیر طریقت پہ لاکھوں سلام

کسی قسم کے پیر پر صادق نہیں آتا اور اس کا پڑھنا جائز نہیں۔ لہٰذا سلام پڑھتے وقت اس غلطی سے محفوظ رہیں تا کہ جانتے بوجھتے گناہ کے مرتکب نا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صراطِ ہدایت پر متمکن رکھے اور بدعات و جہالت سے محفوظ رکھے آمین یاربّ العالمین بوسیلۃ رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم

۲۰ ذیقعدہ ۱۴۴۶ھ

۱۸ مئی ۲۰۲۵ء